ناشر
تعمیرِ معاشرہ جامعہ خُلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

فہـــــــرســــــت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

نحمده و نصلي علی رسوله الکریم.أما بعد !

''طلاق ثلاثہ'' کے تفصیلی اور مدلل حکم کے شروع میں جو سوال تحریر ہے اس کا سائل ایک ایسا ''خوش نصیب حنفی دیوبندی'' ہے جو ماضی قریب میں صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ٹولے غیر مقلدین کا سرگرم فرد تھا، ان کو اللہ تعالیٰ نے لا مذہبیت، کج روی اور ذہنی آوارگی سے توبہ کی توفیق کیسے عطا فرمائی اور انہوں س نے اہل السنۃ والجماعۃ حنفی دیوبندی مسلک کیونکر قبول کیا؟ اس کی تفصیلی روئیداد کو قارئین حضرات ان کی خودنوشت کتاب ''میں حنفی کیسے بنا اور غیر مقلدین کی تردید بطرزِ جدید'' میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

ہم یہاں مختصر طور پر ان کے بعض چیدہ چیدہ حالات قارئین کے گوش گزار کرنا چاہیں گے، شاید ان سے کسی بھٹکے ہوئے کو راہِ ہدایت مل جائے۔

(۱) انہوں نے خود بتایا کہ ہم غیر مقلدین جس ادارہ میں ملازم تھے وہاں باہر سے کسی غیر مقلد مولوی صاحب کا بیان کچھ دنوں کے بعد کروانے کا معمول تھا۔ ایک مرتبہ بیان کے بعد عشاء کی نماز ہوئی، آئے ہوئے مہمان مولانا صاحب نے جب وتر کی نماز ادا کی تو دعا کے بعد ہاتھ بدوں چہرے پر پھیرے چھوڑ دیے۔ مولانا کے اس عمل نے ہمیں تشویش میں ڈال دیا کہ آج تک یہ حضرات ہمیں حدیث کا مسئلہ چہرے پر ہاتھ پھیرنے کا بتاتے رہے، اللہ تعالیٰ جانے آج یہ کون سی ناسخ حدیث اتری جس کی وجہ سے یہ عمل بدل گیا۔ بہرحال تشویش ہی میں رہے۔ وقت کی تنگی کی وجہ سے اس وقت مولانا صاحب سے اس موضوع پر بات نہ ہوسکی آئندہ مجلس اور اجتماع پر گفتگو کی خاطر میں نے فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس مسئلہ سے متعلق احادیث کی تلاش شروع کی تو مجھے پانچ چھ حدیثیں ایسی مل گئیں جن میں صراحۃً اس کا ذکر ہے کہ دعا کے لئے جب ہاتھ اٹھائے جائیں تو اختتام پر چہرے پر پھیر لینے

چاہئیں۔آئندہ اجتماع پر جب وہی مولانا صاحب تشریف لائے تو موقع ملتے ہی میں نے اس مسئلہ پر گفتگو شروع کی، اور یہ پانچ چھ حدیثیں بھی پیش کردیں، مولانا فرمانے لگے کہ یہ سب حدیثیں ضعیف ہیں۔میں نے عرض کیا کہ کیا ان کے مقابلے میں کوئی صحیح یا صحیح نہ سہی کوئی ضعیف روایت ایسی ہے جس میں چہرے پر ہاتھ پھیرے بغیر ہاتھوں کو چھوڑنے کا ذکر ہو؟ انہوں نے صاف اقرار کیا کہ ''نہیں''۔میں نے عرض کیا کہ اس جانب نہ صحیح نہ ضعیف، کوئی روایت نہیں، جبکہ چہرے پر پھیرنے کی جانب پانچ چھ ضعیف روایات بقول آپ کے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ یہ جانب راجح ہونی چاہیے کیونکہ اس جانب کچھ نہ کچھ تو ہے۔مولانا نے فرمایا کہ: ہم نماز جیسے عمل میں ضعیف حدیث پر عمل نہیں کرسکتے۔میں نے کہا کہ: رکوع کے وقت رفع یدین کی دلیل بھی ضعیف حدیث سے ثابت ہے، جناب سیالکوٹی صاحب نے ''صلوۃ الرسول علیہ الصلوۃ والسلام'' کتاب میں اس کے ثبوت میں جو حدیث پیش کی ہے، اسی کتاب کے حاشیہ میں ہمارے اپنے اہل حدیث مولوی صاحب نے اس پر کلام کرتے ہوئے اسے ضعیف نہیں بلکہ موضوع اور من گھڑت بتایا ہے۔تعجب ہے! ادھر موضوع من گھڑت حدیث پر عمل ہورہا ہے، اُدھر پانچ چھ حدیثیں ہیں پھر بھی عمل نہیں۔مولانا صاحب سے میری اس جرح کا جواب نہ بن پڑا۔تھوڑی دیر میں مجلس ختم ہوئی اور مولانا صاحب رخصت ہوگئے۔لیکن میرے دل پر چوٹ لگی کہ جس راستے کو ہم قرآن وحدیث کا راستہ کہہ کر صراط مستقیم سمجھ رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی حقیقت میں گمراہی کا راستہ ہو۔

(۲) جناب نے راقم کے ایک اشتہار بنام ''مسئلہ رفع الیدین'' اور بعض دوسری تحریرات جن میں غیر مقلدین کی چالاکی اور فریب دہی کی نشاندہی کی گئی ہے، سے متعلق بتایا کہ آپ کی بات صحیح ہے کہ جہاں حدیث کے الفاظ ان کا ساتھ نہ دے رہے ہوں اور (اور محدث کا قائم کردہ) باب ان کی منشاء کے مطابق ہو تو وہ یہ چیختے ہیں کہ باب کو دیکھو اور جہاں حدیث کے الفاظ سے کسی محدث نے ایسا باب مستنبط کیا جو ان کی منشاء کے خلاف ہو وہاں ان کی رٹ دوسری ہوتی ہے کہ باب کو چھوڑو نیچے دیکھو۔خود اپنا تجربہ بتایا کہ صحیح مسلم جلد اول میں حضرت

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی دو روایتیں رفع الیدین کے متعلق مذکور ہیں، جن میں سے ایک میں صراحۃً سلام کے وقت رفع کی ممانعت کا ذکر ہے جبکہ دوسری میں صراحۃً تو درکنار اشارۃً و کنایۃً بھی سلام کا ذکر نہیں بلکہ ''اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ'' کے عام الفاظ کے ذریعے ابتداء کے سوا پوری نماز میں رفع الیدین کو ممنوع قرار دے دیا گیا ہے، اس حدیث کو جب آپ پیش کریں گے تو اس کے صحیح صریح معنی و مفہوم کا ''فِٹ'' سے انکار کر کے، امام نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہوئے ان کے قائم کردہ باب کی رٹ لگائیں گے اور جب مصافحہ کے بارے میں صحیح بخاری کا باب ''الأخذ بالیدین'' یعنی مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہونا چاہیے، پیش کیا جاتا ہے تو فِٹ سے انکار کر دیتے ہیں کہ حدیث میں کوئی ذکر نہیں کہ چھوٹے کے بھی دو ہاتھ ہوں۔

فائدہ : غیر مقلدین کا ٹولہ دو ہاتھوں سے مصافحہ کو بدعت کہتا اور لکھتا ہے جبکہ بدعت بہت خطرناک اور بڑی گمراہی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مصافحہ کے باب کے تحت احادیث و آثار ذکر کر کے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہونا چاہیے، اگر یہ بدعت ہے تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس بدعت کو لکھ کر اس کی خوب اشاعت کی ہے، جس طرح بدعت کا ارتکاب گمراہی ہے اسی طرح اس کی اشاعت اس سے بڑھ کر گمراہی ہے، اور بدعتی اور گمراہ شخص سندِ حدیث میں معتبر نہیں ہونا چاہیے۔ نیز صحیح بخاری کے جملہ شارحین نے بھی اس مسئلہ میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے کو تسلیم کرتے ہوئے تائید فرمائی ہے۔ لہٰذا یہ حضرات بھی اس بدعت کی اشاعت میں برابر کے شریک ہیں۔ اس لیے غیر مقلدین یا تو غلط مسئلہ سے توبہ کر کے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی سنیت اور افضلیت کے قائل ہو جائیں یا آئندہ امام بخاری، حافظ ابن حجر اور علامہ قسطلانی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا نام لینا اور ان کے اقوال اور کتب سے استدلال اور استشہاد پیش کرنا چھوڑ دیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ سب ارتکاب و اشاعتِ بدعت کی وجہ سے بدعتی اور گمراہ ہیں۔

الحاصل: غیر مقلدین کے اس رویہ نے برادرم حنفی صاحب کے دل پر دوسری چوٹ لگادی۔

(۳) اور یہ بتایا کہ ایک دفعہ ایک رسالے میں یہ اپیل نظر سے گزری کہ ''میانوالی میں سب سے ''پہلی اہل حدیث مسجد'' کے لیے چندہ کی ضرورت ہے''۔ بعض قارئین اس نئی مسجد کے اعلان سے خوش ہوئے ہوں گے لیکن مجھ پر اس سے ایک مزید یہ چوٹ پڑی کہ میانوالی میں عرصۂ دراز سے مسلمان آباد ہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں بھی موجود ہیں یہ آج نئے اسلام کے نام سے جو نئی مسجد بنائی جا رہی ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ حقیقت میں یہ فتنہ ہو اور لیبل اسلام کا لگایا ہوا ہو۔ کیونکہ آخری زمانے میں فتنوں کا وجود دلائل سے ثابت ہے۔

(۴) اور یہ بتایا کہ ایک مرتبہ ریل گاڑی میں سفر کے دوران اسٹیشن پر نماز کے لیے اترا، میرے ''رفع الیدین'' دیکھ کر ایک پٹھان ساتھی خوشی سے پھولنے لگا اور مجھ سے مل کر کہا کہ: میں بھی اہل حدیث ہوں اور سوات کا رہنے والا ہوں اور سوات میں پہلے ہم بہت کم تھے لیکن آج کل اہل حدیثوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ وہ یہ بتاتے ہوئے خوشی سے پھول رہا تھا جبکہ مجھ پر چوٹ پڑ رہی تھی کہ وادئ سوات میں تو پہلے ہی سے مسلمان آباد ہیں یہ آج نیا کون سا اسلام داخل ہو رہا ہے۔

الحاصل : پے در پے ان چوٹوں کے پڑنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے سوچنے اور غور وفکر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور خصوصی کرم فرما کر اہل حق کی مجالس میں حاضری کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کے بعد میں مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور حضرت عارف باللہ مولانا حکیم شاہ محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجالس میں آنے جانے لگا۔ ان کے حق پرست چہروں پر جب نظر پڑی تو دل سے ''لبیک'' کی آواز آئی اور اس فیصلے پر مجبور ہوا کہ یہ اہل باطل کے چہرے نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا یہ حضرات اسلام کی جس صورت کو اختیار کیے ہوئے ہیں وہی حقیقی اسلام ہے اور مجھے آئندہ اسی حقیقی اور اصلی اسلام پر زندگی گزارنا ہے۔

قارئین کرام! اس کو صرف ایک فرد کی کہانی اور ایک جزئیہ نہ سمجھا جائے کیونکہ یہ کہانی ایک کلیہ پر مشتمل ہے، وہ یہ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو سچے دل سے چاہا اس نے اللہ تعالیٰ کو پایا۔ آج بھی کوئی غیر مقلد (نام نہاد اہل حدیث) نفرت اور عناد کو تھوک کر اگر انصاف سے حقائق پر غور کر لے، علمائے حق (علمائے دیوبند) کی تحریرات انصاف سے پڑھے اور ان کی مجالس میں محبت سے حاضری دے تو صرف امکان نہیں بلکہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضل کے بھروسہ پر کہا جاسکتا ہے کہ اس کی زندگی بدل جائے گی اور وہ حقیقی اسلام کے سانچے میں ڈھل جائے گا اور وہ اجماعی مسائل جن سے آج کھلم کھلا بغاوت ہو رہی ہے، اس بغاوت پر پشیمانی سے سر پکڑ کر روتا رہے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے احباب کو بھی سمجھاتا رہے گا کہ اجماعی مسائل کا ترک اور انکار ایسی کھلی گمراہی ہے جس سے انکار فاقد العقل اور مجنون یا کم نصیب اور سعادت سے محروم ہی کرسکتا ہے۔

زیرِ نظر رسالہ بنام "طلاق ثلاث، ایک سوال کا جواب" انہی اجماعی مسائل میں سے ایک مسئلہ کی مختصر تحریر ہے جس میں نہایت اختصار کے ساتھ طلاق ثلاثہ کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں پر مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قوی امید ہے کہ منصف مزاج کی رہنمائی کے لیے یہ تحریر کافی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس محنت کو قبول فرمائے اور جملہ معاونین (خواہ وہ کسی بھی درجہ میں ہوں) کو ثواب و فلاح دارین سے نوازے اور تمام مسلمانوں کو علمائے حق کی رہنمائی میں صراط مستقیم پر ثابت قدمی سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز**

(حضرت مولانا مفتی) **احمد ممتاز** صاحب دامت برکاتہم

نوٹ: "ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں" اس عنوان سے ایک مدلل تحریر دو صفحوں کی ہمارے ہاں دارالافتاء میں مرتب کی گئی ہے۔ جو عوام کی تشفی کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگی۔ جنہیں ضرورت ہو وہ بذریعہ ای میل یا دستی وصول فرما سکتے ہیں۔

رابطہ کے لیے سرِ ورق پر موبائل نمبر ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السوال

ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہوتی ہیں یا ایک؟ اس مسئلہ میں الجھن سی رہتی ہے۔ اگر اس کے مثبت و منفی دونوں پہلوؤں پر اختصار کے ساتھ مدلل تحریر مرتب ہو جائے تو امید ہے کہ خود بندہ کے لیے اور بندے کے دوسرے احباب کے لیے اطمینان و تشفی کا باعث ہو گی۔ توقع ہے کہ بندہ کی اس التماس کو آنجناب قبولیت کا جامہ پہنائیں گے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

سائل: غلام محمد صادق الحنفی

الجواب باسم ملہم الصواب

چونکہ غیر مدلل اور موجز تحریر سے آپ کی تشفی شاید نہ ہو لہٰذا اس مسئلہ سے متعلق قدرے مفصل تحریر جو دلائل اور عنوانات سے آراستہ ہے، پیش خدمت ہے۔ امید ہے کہ الجھنیں کافور ہو جائیں گی اور اطمینان و تشفی کی نعمت نصیب ہو گی۔

مدخول بہا بیوی (یعنی جس سے شوہر صحبت کر چکا ہو یا صحبت کرنے کا موقع مل چکا ہو) کو اگر شوہر نے ایک ہی مجلس میں کہا کہ تجھے طلاق، طلاق، طلاق یا تجھے تین طلاق یا میں نے تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی یا میں نے تجھے تین طلاقیں دیں، تو اس کا حکم کیا ہے؟ یہ تینوں طلاقیں واقع ہوں گی یا نہیں؟ اس میں اہل السنۃ والجماعۃ اور غیر مقلدین کا اختلاف ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا دعویٰ

مدخول بہا بیوی کو مجلس واحد میں شوہر تین طلاقیں دے یا متعدد مجالس میں دے ہر صورت میں تین طلاقیں، تین واقع ہوں گی۔

غیر مقلدین کا دعویٰ

مدخول بہا بیوی کو شوہر نے ایک مجلس میں تین طلاقوں کی نیت سے تین طلاقیں دیں، خواہ

ایک کلمہ سے یا جدا جدا کلموں سے، ہر صورت میں ان تینوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

''غیر مقلدین کے دعوی کے اجزاء و تفصیل''

ان کا دعوی درج ذیل امور پر مشتمل ہے:

(۱) شوہر نے بیوی کو ایک کلمہ سے تین طلاقیں دی ہوں یا تین مرتبہ طلاق کا لفظ استعمال کیا ہو۔

(۲) بیوی مدخول بہا ہو (یعنی شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو یا صحبت کرنے کا موقع مل چکا ہو)۔

(۳) تینوں سے جو ایک طلاق واقع ہوگی وہ رجعی ہوگی، بائن نہیں ہوگی۔

(۴) شوہر کی نیت بھی تین طلاق دینے کی ہو۔

(۵) مجلس طلاق ایک ہو۔

ایک ناقابل حل دلچسپ معمہ

مجلس طلاق کے ایک ہونے کا مطلب کیا ہے؟ یہ ایک ایسا سوالِ لاینحل (ناقابل حل) ہے جو خود غیر مقلدین سے بھی حل نہیں ہو پا رہا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان کے ہاں ایک مجلس کی تین کو ایک بنانے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تین طلاقوں کو تین اَطہار میں دینا ضروری اور فرض ہے اور اس کے خلاف ناجائز اور معصیت ہے، لہٰذا تین کو ایک بنایا جائیگا تاکہ فرض کی خلاف ورزی اور معصیت سے بچا جائے۔

اس اصل وجہ کو اگر مدِ نظر رکھا جائے تو ایک طہر بلکہ دو طہروں کی تین طلاقیں بھی ان کے ہاں ایک ہونا چاہیے اور اس کو مجلس واحد کہنا چاہیے، لیکن عرف میں اتنی طویل مدت کو ایک مجلس کہنا مشکل ہے اور شاید دنیا میں کوئی پاگل سے پاگل بھی اسے ایک مجلس کہنے کو تیار نہ ہو۔

بہرحال مجلسِ واحد کے سلسلے میں ہم غیر مقلدین ہی سے درج ذیل سوالات کر کے رہنمائی کی درخواست کرتے ہیں۔

گر قبول افتد زہے قسمت

سوال نمبر(۱) : مجلسِ واحد کی جامع مانع تعریف کیا ہے؟

سوال نمبر(۲) :ایک شخص نے صبح سات بجے بیوی کو کہا ’’تجھے طلاق‘‘ پھر گھر سے دکان پر چلا گیا۔ جب دوپہر میں کھانے پر آیا تو پھر کہا ’’تجھے طلاق‘‘، پھر دکان پر گیا، عشاء میں گھر آ کر پھر کہا ’’تجھے طلاق‘‘۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی یا تین؟

سوال نمبر(۳) :ایک طلاق اتوار کو دی دوسری پیر کے دن اور تیسری منگل کے دن دی اس صورت میں ایک واقع ہوگی یا تین؟

سوال نمبر(۴) :ایک اتوار کو ایک طلاق دی دوسرے اتوار کو دوسری اور تیسرے کو تیسری، اب بتائیں کتنی طلاقیں واقع ہوگئیں؟

سوال نمبر(۵) :یکم رمضان کو ایک طلاق دی پندرہ رمضان کو دوسری دی اور انتیس(۲۹) رمضان کو تیسری دی، کتنی واقع ہوگئیں؟

سوال نمبر(۶) :طہرِ اول مثلاً ذیقعدہ میں مختلف تاریخوں میں دو طلاقیں دیں اور طہرِ ثانی یعنی ذی الحجہ میں تیسری دی، یعنی دو طہروں میں تین دیں تو کتنی واقع ہوں گی؟

دلائلِ شرع کی وضاحت

وضاحت نمبر ۱ : یہ بات بھی ابتداء سے ذہن میں مستحضر رہے کہ اہل السنۃ و الجماعۃ کا دعوی کس قسم کی دلیل سے ثابت ہوسکتا ہے اور غیر مقلدین کی دلیل میں کن باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ سو واضح رہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک چونکہ مجلسِ واحد اور متعدد دونوں کا حکم ایک ہے اور قضاءً نیت وعدم نیت اور نیتِ واحد اور متعدد سب کا حکم ایک ہے، لہٰذا وہ تمام نصوص جن سے متعدد مجالس کی تین طلاقیں ثابت ہوتی ہیں وہ بھی ان کی دلیلیں ہیں کیونکہ دعوی کا ایک جزء اور حصہ ان سے ثابت ہو رہا ہے اور وہ نصوص بھی ان کے دلائل ہیں جن سے مجلس واحد کی تین طلاقوں کا ثبوت ملتا ہے، کیونکہ ان سے دوسرا جزء ثابت ہو جاتا ہے اس کے برخلاف غیر مقلدین کی دلیل میں جب تک مندرجہ ذیل امور صراحۃً نہ پائے جائیں ان کا دعوی ثابت نہ ہوگا۔

(۱) مجلس واحد کا ذکر ہو۔

(۲) بیوی کے مدخول بہا ہونے کی تصریح ہو۔

(۳) شوہر کی نیت معلوم ہو کہ تین کے ارادہ سے تین طلاقیں دے رہا ہے۔

(۴) اس کا صراحۃً بیان ہو کہ وہ ایک طلاق واقع ہوگی جو رجعی ہے نہ کہ بائن۔

وضاحت نمبر ۲ : چونکہ اہل السنۃ والجماعۃ دلائل شرع چار مانتے ہیں یعنی کتاب اللہ تعالیٰ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس مجتہد۔ لہٰذا یہ اپنے دعوی کو ان چار میں سے جس سے چاہیں ثابت کر سکتے ہیں، ان کے برخلاف غیر مقلدین کا چونکہ یہ دعوی اور اعلان ہے کہ ہر مسئلہ صراحۃً قرآن کریم یا احادیث مبارکہ میں موجود ہے لہٰذا نہ تو اجماع اور قیاس کی ضرورت ہے اور نہ ہی (ان کے ہاں) یہ دلیل شرعی ہیں۔ لہٰذا ان کا مسئلہ اور دعوی اس وقت ثابت سمجھا جائے گا جبکہ یہ قرآن کریم کی ایسی آیتِ کریمہ یا ایسی صحیح، صریح، مرفوع اور غیر معارض حدیث پیش کریں جس میں صراحۃً مجلس واحد کی قید کا ذکر ہو، عورت کے مدخول بہا ہونے کی تصریح ہو، تین کی نیت کی بھی صراحت ہو اور یہ بھی وضاحت سے بتایا گیا ہو کہ ان تین سے جو ایک طلاق واقع ہوگی وہ رجعی طلاق ہوگی بائن نہ ہوگی۔

خیر القرون کس کے ساتھ ہیں؟

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ... (الحديث)...

(متفق عليه، المشكوة ص ۵۵۳، ط: قديمی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ) پھر وہ ہیں جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ)۔

الحاصل: صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ﷺ خیر القرون کے لوگ ہیں ان حضرات کو آپ ﷺ نے اپنی پوری امت کے بہترین لوگ فرمایا، ان کے اعمال اقوال اور فتاوی سچائی اور حق کے ترجمان ہیں۔

قارئین کرام! اب دیکھنا یہ ہے کہ امت کے ان بہترین لوگوں (جن کی رہنمائی میں صراطِ مستقیم پر چلا جاسکتا ہے) کا فیصلہ کیا ہے؟ یہ تین کو تین فرماتے ہیں یا ایک؟ سو سچی اور تحقیقی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین ان سلف صالحین کی رہنمائی سے محروم ہیں یہ حضرات ان کے سر پر ہاتھ رکھنے کو تیار نہیں، ان کی اکثریت کا فیصلہ یہی ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

قَالَ الامام ابْنُ الْهُمَّامُ رحمه الله تعالىٰ :وَ ذَهَبَ جُمْهُوْرُ الصَّحَابَةِ وَ التَّابِعِيْنَ وَ مَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى اَنَّه' يَقَعُ ثَلاَثٌ.

(فتح القدير ۳/ ۳۳۰،ط:رشيديه)

امام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد تبع تابعین اور ائمۃ المسلمین ﷺ (جو بہترین امت ہیں) اسی پر ہیں کہ تین تین واقع ہوتی ہیں۔

قَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ رحمه الله تعالىٰ :فَاخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْهَا ، وُقُوْعُ الثَّلاَثِ بِكَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ ، عَلٰى أَرْبَعِ مَذَاهِبَ ، أَحَدُهَا أَنَّه' يَقَعُ وَ هَذَا قَوْلُ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَ جُمْهُوْرُالتَّابِعِيْنَ وَ كَثِيْرٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ.

(زاد المعاد ۴/ ۵۴،بحواله عمدة الاثاث،ص: ۳۲)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاق دینے میں چار مذاہب ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تین ہی واقع ہوتی ہیں اور یہ مذہب ائمہ اربعہ، جمہور تابعین اور اکثر صحابہ ﷺ کا ہے۔''

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ : جمہور نے یہی مذہب حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت مغیرۃ بن شعبہ اور حضرت حسن بن علی ﷺ کا نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا تو کچھ شمار ہی نہیں اور اسی طرح

حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے۔ (اغاثۃ اللھفان ۱/۳۲۰......۳۲۲، ط: مصر بحوالہ عمدۃ الاثاث، ص: ۳۷)

نیز حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی لکھتے ہیں: وَذَكَرَ الْإِجْمَاعَ عَلٰى وُقُوْعِ الثَّلَاثِ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ الْعَرَبِيُّ وَ أَبُوْ بَكْرِ الرَّازِيُّ وَ هُوَ ظَاهِرُ كَلَامِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ ....الخ.... (اغاثة اللهفان ۱/۳۲۳، ط: مصر بحواله عمدة الاثاث، ص: ۳۷)

''تین طلاقوں کے واقع ہونے پر امام ابوبکر بن العربی اور امام ابوبکر الرازی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اجماع نقل کیا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا ظاہر بھی اسی کو چاہتا ہے۔''

قاضی محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جمہور تابعین اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت اور ائمہ اربعہ اور اہل بیت کا ایک طائفہ جن میں حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی ہیں کا یہی مذہب ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں''۔
(نیل الاوطار ۶/ ۲۳۵، ط: داراحیاء التراث العربی)

امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: وَ الْجُمْهُوْرُ عَلٰى وُقُوْعِ الثَّلَاثِ بَلْ حَكٰى ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ الْإِجْمَاعَ قَائِلاً أَنَّ خِلَافَهُ شَاذٌّ لَا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ.

(الزرقانی شرح الموطا ۳/۱۶۷ بحواله عمدة الاثاث، ص: ۳۶)

''جمہور تین طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں بلکہ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہتے ہوئے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ اس کے خلاف قول شاذ ہے اس کی طرف التفات ہی نہیں کیا جاسکتا۔''

حافظ بدر الدین العینی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: کہ جمہور علماء کا جن میں تابعین، تبع تابعین اور بعد کے حضرات شامل ہیں یہ مذہب ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور یہی امام اوزاعی، امام نخعی، امام ثوری، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ امام ابوثور اور امام ابوعبیدہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ۱۴/ ۲۳۶، ط: دارالفکر)

قارئین کرام ! مندرجہ بالا حوالہ جات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ خیر القرون کے مقبول اور حق وراستی پر چلنے والے حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مسلک قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں، خواہ ایک مجلس میں دی جائیں یا متعدد مجالس میں، تین کو ایک کہنا جیسا کہ ہمارے غیر مقلد ساتھیوں کا قول ہے، یہ شاذ قول ہے جس کی طرف التفات کرنا ہی جائز نہیں۔

دلائل و براہینِ اہل السنۃ والجماعۃ

دلیل نمبر (۱)

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ .... (اِلٰی اَنْ قَالَ تَعَالٰی).... وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ، لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْراً . الآیۃ [الطلاق: ۱]

آیت کا مفہوم و حاصل :

اس آیت میں حضرت نبی کریم ﷺ کو مخاطب بنا کر ساری امت سے خطاب ہے، یعنی جب کوئی شخص اپنی عورت کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ عدت پر طلاق دے یعنی حیض سے پہلے طہر میں طلاق دینی چاہیے، اور مرد وعورت دونوں کو چاہیے کہ عدت کی گنتی کو یاد رکھیں، اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر احکامِ شریعت کی پابندی کریں (جن میں سے ایک حکم یہ ہے کہ حالتِ حیض میں طلاق نہ دی جائے اور تین طلاقیں ایک دم نہ دی جائیں اور مطلقہ عورت کو اس کے رہنے کے گھر سے نہ نکالا جائے وغیر ذلک) اور طلاق دینے کے بعد نہ تو تم عورتوں کو گھروں سے نکالو اور نہ ہی عورتیں خود اپنی مرضی سے نکلیں (کیونکہ یہ سکنی (شوہر کے ہاں رہائش) محض حق العبد نہیں کہ اس کی رضا سے ساقط ہو جائے بلکہ حق الشرع (شریعت کی طرف سے دیا گیا حق) ہے) ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں (مثلاً بدکاری یا چوری کی مرتکب ہوں یا بقول بعض علماء زبان درازی کریں اور ہر وقت کا رنج وتکرار رکھتی ہوں تو نکالنا جائز

ہے، اور اگر بے وجہ نکلیں گی تو یہ خود صریح بے حیائی کا کام ہوگا) یہ اللہ تعالیٰ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کرے گا تو اس نے اپنے آپ پر ہی ظلم کیا (یعنی وہ گنہگار رہو کر اللہ تعالیٰ کے ہاں سزا کا مستوجب ہوا) وہ طلاق دینے والا نہیں جانتا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس طلاق کے بعد کوئی نئی بات پیدا کرے (یعنی شاید پھر دونوں میں صلح ہوجائے اور طلاق پر ندامت ہو)۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : **وَاحْتَجَّ الْجُمْهُوْرُ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی : (وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهُ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْراً) قَالُوْا : مَعْنَاهُ أَنَّ الْمُطَلِّقَ قَدْ يُحْدِثُ لَهٗ نَدَمٌ فَلَا يُمْكِنُهٗ تَدَارُكُهٗ لِوُقُوْعِ الْبَيْنُوْنَةِ فَلَوْ كَانَتِ الثَّلَاثُ لَمْ تَقَعْ لَمْ يَقَعْ طَلَاقُهٗ هٰذَا اِلَّا رَجْعِيًّا فَلَا يَنْدَمُ.**

(شرح النووی علی الصحیح للمسلم ۱/۴۷۸، ط:قدیمی)

’’جمہور حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ، باری تعالیٰ کے اس قول **ومن یتعد حدود اللہ** (الآیۃ) سے (تین کے وقوع پر) استدلال کرتے ہیں، فرماتے ہیں : اس آیت کا معنی یہ ہے کہ طلاق دینے والا کبھی طلاق دینے پر پشیمان اور نادم ہوجاتا ہے پس (تین طلاق دینے کے بعد) اس کے لیے اس ندامت کا تدارک ممکن نہ ہوگا (کیونکہ تین طلاق دینے کی وجہ سے) جدائی اور بینونت واقع ہوجائے گی، لہٰذا اگر تین طلاقیں تین واقع نہ ہوتیں تو اس کی طلاق ہر صورت میں رجعی واقع ہوتی اور پھر اسے ندامت نہ ہوتی (کیونکہ رجعی کے بعد تدارک ممکن ہے کہ وہ رجوع کر کے اس کو دوبارہ بیوی بنائے)۔

تنبیہ: حکیم محمد اسرائیل ندوی غیر مقلد اپنے رسالہ ’’طلاق‘‘ میں ص ۲۶ پر لکھتا ہے :

’’اور امراً سے مراد رجعت ہے‘‘۔

قارئین کرام ! اگر ’’ امراً ‘‘ سے رجعت بھی مراد لی جائے تو بھی آیت کا مطلب جمہور کے مطابق ہوگا نہ کہ خلاف، کیونکہ مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کی خلاف ورزی

مت کرو ورنہ تم اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوگے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ طلاق کے بعد تمہیں رجوع کی حاجت ہوجائے اور تین طلاقوں کے بعد اس حاجتِ رجوع کا تدارک ممکن نہیں، کیونکہ تین سے وہ بائنہ اور جدا ہوگئی۔

آیت کریمہ سے غیر مقلدین کا استدلال اور اس کا جواب

فہمِ غیر مقلدین : غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے تین باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) اس میں طلاق کا شرعی طریقہ بتایا گیا ہے کہ طلاق طہر اور پاکی میں دی جائے نہ کہ حیض اور ماہواری میں، اور ایک ہی طلاق دی جائے نہ کہ دو اور تین۔

(۲) اس شرعی طریقہ کے خلاف طلاق دینا ناپسند اور موجب گناہ ہے۔

(۳) اس شرعی طریقہ کے خلاف دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی، لہٰذا طہر کو چھوڑ کر اگر حیض میں طلاق دی تو واقع نہ ہوگی اور طہر میں ایک کے بجائے دو یا تین طلاقیں دیں تو دینے والے کی مراد کے مطابق دو اور تین طلاقیں واقع نہ ہوں گی۔

فہمِ امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ :

آپ ﷺ کے ارشاد سے بھی صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں، البتہ تیسری میں فرق ہے۔

(۱) اس میں طلاق کا شرعی طریقہ بتایا گیا ہے کہ ایک طلاق ایسے طہر میں دی جائے جو جماع سے خالی ہو۔

(۲) شرعی طریقہ کے خلاف طلاق دینا ناپسندیدہ امر ہے۔

(۳) اگر کسی نے اس غیر شرعی اور ناپسند امر کا ارتکاب کر کے طلاق دی تو ناپسند ہونے کے باوجود واقع ہوگی۔

فہم النبی ﷺ اور فہم غیر مقلدین میں فرق:

دونوں کی فہم وسمجھ میں یہ فرق ہے کہ آپ ﷺ اس کو وقوع کی دلیل سمجھتے ہیں، نہ کہ عدم وقوع کی۔ اور غیر مقلدین اس کو عدم وقوع کی دلیل بناتے ہیں یعنی اگر کسی نے شرعی طریقہ کے خلاف طلاق دی تو غیر مقلدین کے نزدیک یہ طلاق واقع نہ ہوگی اور آپ ﷺ اس کو واقع فرماتے ہیں۔

قارئینِ کرام! اب فیصلہ اور اختیار آپ کا ہے جو حقیقت میں اہل قرآن اور اہل حدیث ہوگا جیسے احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ وہ تو آپ ﷺ کی فہم اور فیصلہ کو آنکھوں سے لگائے گا اور دل وجان سے قبول کرے گا، رہا نام نہاد اہل قرآن اور اہل حدیث کا معاملہ تو اس سے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سب ہی کو تقریباً معلوم ہے کہ ان کا مقصد عمل بالقرآن والحدیث نہیں بلکہ رجال اللہ تعالیٰ اور ماہرین قرآن وحدیث سے لوگوں کو بدظن کرنا اور آزادی دے کر آوارہ بنانا ہے اور بس۔

رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''کتاب الطلاق'' میں باب نمبر ۱، اسی آیت کریمہ پر باندھا ہے اور اس کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قصہ نقل کر کے آیت کے مفہوم کی وضاحت آپ ﷺ ہی کے فیصلہ سے فرمائی ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما أَنَّہٗ طَلَّقَ اِمْرَأَتَہٗ وَ ھِیَ حَائِضٌ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ: رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مُرْہُ فَلْیُرَاجِعْھَا ثُمَّ تَحِیْضُ ثُمَّ تَطْھُرُ ثُمَّ اِنْ شَاءَ أَمْسَکَ بَعْدَ وَ اِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ یَّمُسَّ، فَتِلْکَ الْعِدَّۃُ الَّتِیْ اَمَرَاللّٰہُ اَنْ تُطَلَّقَ لَھَا النِّسَاءُ. (صحیح البخاری ۲/۷۹۰، ط:قدیمی)

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ ﷺ کے زمانہ میں حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دی (یعنی شرعی طریقہ کے خلاف) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا، سو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے، پھر اس عورت کو روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر حیض آ جائے پھر پاک ہو جائے پھر چاہے تو (بیوی بنا کر) روکے رکھے (اور مزید کوئی طلاق نہ دے) اور (طلاق دینا) چاہے تو مجامعت سے پہلے طلاق دے پس (اس طہر میں طلاق دینے کے بعد جو عدت ہے یہ) وہی عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے لیے عورتوں کو طلاق دی جائے‘‘۔

تنبیہ: ’’فَلْيُرَاجِعْهَا‘‘ رجوع کرے، اس حکم سے دو باتوں کا فیصلہ ہو گیا، ایک یہ کہ شرعی طریقہ کے خلاف طلاق دینا ناپسند ہے اس وجہ سے کچھ نہ کچھ تدارک کے طور پر رجوع کا حکم دیا گیا، نیز بعض روایات میں ’’فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ‘‘(عمدۃ القاری ۱۴ / ۲۲۷، ط: دار الفکر) کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ آپ ﷺ ان پر غصہ اور ناراض ہوئے، اور یہ صراحۃً ناپسند ہونے کی دلیل ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ شرعی طریقہ کے خلاف دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے نیز یہ دوسری بات اس سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے اس حیض کے متصل طہر میں طلاق کی اجازت نہیں دی بلکہ اس سے بعد کے طہر میں اجازت دی تاکہ دو طلاقوں کی عدت ایک حیض سے شروع نہ ہو جائے۔ اگر طلاق واقع نہ ہوتی تو متصل طہر میں اجازت نہ دینے کی کوئی وجہ نہیں نیز خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ (البخاری ۲/۷۹۰، ط: قدیمی) یعنی ’’مجھ پر یہ ایک طلاق شمار کی گئی‘‘۔

نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ’’بَابُ إِذَا طُلِّقَتِ الْحَائِضُ يُعْتَدُّ بِذٰلِكَ الطَّلَاقِ‘‘ قائم کر کے وقوع کو ثابت کیا ہے۔

"ثُمَّ اِنْ شَاءَ أَمْسَکَ .....فَتِلْکَ الْعِدَّۃُ الَّتِیْ أَمَرَ اللّٰہُ أَنْ تُطَلَّقَ لَھَا النِّسَاءُ" (یعنی یہ وہ عدت ہے جس کے لیے طلاق دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے) سے بھی پہلی بات کا فیصلہ ہو گیا کہ اس آیت میں طلاق کا شرعی طریقہ بتایا گیا ہے۔

فائدہ: حیض کی حالت میں دی گئی طلاق کی طرح تین اکٹھی طلاقیں بھی شرعی طریقہ کے خلاف ہیں، جب حالت حیض کی طلاق دینے والے کی نیت کے مطابق واقع ہے تو تین بھی اس کی نیت کے مطابق واقع ہوں گی۔

دلیل نمبر (۲)

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ ......وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا.[الطلاق: ۲]

اس آیت میں بھی طلاق (کے متعلقات عدت وغیرہ، تفصیلات) کا ذکر ہے اور اس کے آخر میں فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو چھٹکارا دیتا ہے۔

شیخ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام ابوداود (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے سندِ صحیح کے ساتھ اس اثر کی تخریج فرمائی ہے، عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ: کُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَ ہٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّہٗ طَلَّقَ اِمْرَأَتَہٗ ثَلاثًا ، فَسَکَتَ ، حَتّٰی ظَنَنْتُ أَنَّہٗ رادُّھا اِلَیْہِ فقَالَ: یَنْطَلِقُ اَحَدُکُمْ فَیَرْکَبُ الْحُمُوْقَۃَ ثُمَّ یَقُوْلُ : یَا ابْنَ عَبَّاسٍ،یا ابن عباس : و ان اللّٰہ قَالَ ﴿وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجاً﴾ وَ اِنَّکَ لَمْ تتَّقِ اللّٰہَ فَلاَ أَجِدُ لَکَ مَخْرَجاً، عَصَیْتَ رَبَّکَ وَ بَانَتْ مِنْکَ اِمْرَأَتُکَ.

(سنن أبی داود ۲/۲۹۹،ط:میر محمد)

"حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں (اکٹھی) دی ہیں (اس کا حل اور فتوی کیا ہے؟) آپ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی بیوی اسے لوٹا دیں گے (میں اسی گمان ہی میں تھا کہ) آپ نے فرمایا تم میں سے ایک جا کر حماقت (کے گدھے) پر سوار ہو جاتا ہے اور پھر

کہتا پھرتا ہے کہ اے ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اب کیا کروں؟) اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا، اس کے لیے اللہ تعالیٰ (ہر تنگی سے بچنے کا) راستہ بنا دے گا اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا پس میں بھی تیرے لیے خلاصی کی کوئی صورت نہیں دیکھتا، تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تجھ سے تیری بیوی بائنہ اور جدا ہو گئی"۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تین طلاقوں کے تین ہی واقع ہونے پر استدلال کر رہے ہیں، لہٰذا صحابی ﷛ کی تفسیر نے یہ واضح کر دیا کہ یہ آیت تین طلاقوں کے تین ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

دلیل نمبر (۳)

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ ...... فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ .... الآیة. [البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰]

یہ آیت (**الطلاق مرتان فامساک بمعروف أو تسریح باحسان**) زمانہ جاہلیت کی ایک غلط اور ظالمانہ رسم کی اصلاح کے لیے نازل ہوئی ہے، جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ اسلام سے پہلے طلاق رجعی کی کوئی حد اور تعداد مقرر نہیں تھی بلکہ تین، بیس اور سو اور اس سے زیادہ جتنی بار چاہتے بیوی کو طلاق دیتے مگر پھر بھی رجوع کا حق باقی سمجھتے اور عدت کے ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتے اور اس صورتِ طلاق سے بعض لوگ عورتوں پر ظلم کرتے نہ تو آزادی دیتے تاکہ دوسری جگہ نکاح کر سکے اور نہ ہی خود بیوی بنا کر رکھتے۔ اسلام نے اس ظلم کا رد کر کے اس غلط رسم کی اصلاح فرمائی اور **الطلاق مرتان الخ**، نے طلاق رجعی کی حد بتا دی کہ وہ کل دو طلاقیں ہیں۔ ایک یا دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر مرد چاہے تو رجوع کر کے عورت کو دستور کے موافق رکھ لے یا اچھے طریقے سے چھوڑ دے، عدت ختم ہونے کے بعد حقِ رجوع ختم ہو جاتا ہے البتہ دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے اور اگر کسی نے تیسری بار بھی طلاق دے دی یعنی تین طلاقیں دے دیں تو پھر نہ تو عدت کے اندر رجوع کر سکے گا اور نہ ہی دوبارہ نکاح درست ہو گا جب تک کہ دوسرا شخص اس

عورت سے نکاح نہ کرے اور حدیثِ صحیح کے مطابق اس سے صحبت نہ کر لے۔

الحاصل: ان آیات میں ایک غلط رسم کی اصلاح اور طلاق رجعی کی حد اور تعداد کا تعین مقصود ہے جو کر دی گئی ہے کہ طلاق رجعی صرف دو طلاقیں ہیں نہ کہ دس، بیس اور سو وغیرہ، اور دو سے زیادہ کے بعد پھر حقِ رجعت باقی نہیں رہتا۔

اس آیت سے طلاق کا مسنون طریقہ بتلانا مقصود نہیں اگر چہ عبارۃ النص سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بہتر یہ ہے کہ ایک یا دو طلاقیں دے کر اسے چھوڑ دیا جائے، عدت کے بعد خود بخود بائنہ ہو جائے گی۔

غیر مقلد کی شہادت:

حکیم محمد اسرائیل ندوی غیر مقلد اپنے رسالہ ''طلاق'' کے صفحہ ۱۶ پر ''زمانہ جاہلیت کی طلاق'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد اور تعداد مقرر نہیں تھی بلکہ تین اور سو اور زیادہ جس طرح چاہتے دے دیا کرتے تھے مگر پھر بھی رجعت کا حق باقی رہتا تھا، اسلام نے اس کی اصلاح فرمائی اور الطلاق مرتان الخ، نے اس غلط طریقے کو منسوخ کر دیا۔''

غیر مقلدین کے لیے ناقابلِ تردید حوالہ:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بخاری ج ۲/۷۹۱ ''باب من أجاز الطلاق الثلاث'' کے تحت الطلاق مرتان الخ، نقل فرما کر بتا دیا کہ یہ آیت اہل السنۃ والجماعۃ کی دلیل ہے جو مجلس واحد و متعدد ہر دو صورتوں کی تین طلاقوں کو تین ہی فرماتے ہیں، اور یہ آیت ان شاذ اور گنے چنے افراد کی دلیل نہیں جو خیر القرون کے اجماع کی مخالفت کرتے ہوئے مجلس واحد کی تین طلاقوں کو ایک کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس آیت کے ذکر کرنے سے دو مقصد ہو سکتے ہیں:

(۱) یہ آیت وقوعِ طلاقِ ثلاث کی دلیل ہے، خواہ تین اکٹھی دی جائیں یا جدا جدا۔

(۲) یہ آیت تین کو ایک بنانے والوں کی دلیل نہیں۔

قَالَ الْحَافِظُ رحمه الله تعالیٰ :وَالَّذِیْ یَظْهَرُ لِیْ أَنَّهٗ اِنْ کَانَ أَرَادَ بِالتَّرْجَمَةِ مُطْلَقَ وُجُوْدِ الثَّلٰثِ مُفَرِّقَةً کَانَتْ أَوْمَجْمُوْعَةً فَالْآیَةُ وَارِدَةٌ عَلَی الْمَانِعِ لِأَنَّهَادَلَّتْ عَلٰی مَشْرُوْعِیَّةِذٰلِکَ مِنْ غَیْرِ نَکِیْرٍ.

فرماتے ہیں ''اگر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد باب سے، مطلق تین طلاقوں کا وجود اور وقوع ہے، خواہ جدا جدا مجالس اور کلمات سے دی گئی ہوں یا ایک ہی مجلس میں ایک کلمہ سے دی گئی ہوں پھر تو یہ آیت مانعین اور منکرین کے خلاف دلیل ہے کیونکہ یہ آیت بدوں کسی نکیر کے ترجمۃ الباب یعنی امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دعوی پر دلالت کرتی ہے''۔

وَاِنْ کَانَ أَرَادَ تَجْوِیْزَ الثَّلاثِ مَجْمُوْعَةً وَّ هُوَ الْأَظْهَرُ فَأَشَارَ بِالْآیَةِ اِلٰی أَنَّهَا مِمَّا احْتَجَّ بِهِ الْمُخَالِفُ لِلْمَنْعِ مِنَ الْوُقُوْعِ لِأَنَّ ظَاهِرَهَا أَنَّ الطَّلَاقَ الْمَشْرُوْعَ لَا یَکُوْنُ بِالثَّلاثِ دَفْعَةً بَلْ عَلَی التَّرْتِیْبِ الْمَذْکُوْرِ ، فَأَشَارَ اِلٰی أَنَّ الِاسْتِدْلَالَ بِذٰلِکَ عَلٰی مَنْعِ جَمِیْعِ الثَّلاثِ غَیْرُ مُتَّجِهٍ اِذْ لَیْسَ فِی السِّیَاقِ الْمَنْعُ مِنْ غَیْرِ الْکَیْفِیَّةِ الْمَذْکُوْرَةِ ، بَلِ انْعَقَدَ الْاِجْمَاعُ عَلٰی أَنَّ اِیْقَاعَ الْمَرَّتَیْنِ لَیْسَ شَرْطًا وَلَا رَاجِحاً ، بَلِ اتَّفَقُوْا عَلٰی أَنَّ اِیْقَاعَ الْوَاحِدَةِ أَرْجَحُ مِنْ اِیْقَاعِ الثِّنْتَیْنِ کَمَا تَقَدَّمَ تَقْرِیْرُهٗ فِی الْکَلَامِ عَلٰی حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ ، فَالْحَاصِلُ أَنَّ مُرَادَهٗ دَفْعُ دَلِیْلِ الْمُخَالِفِ بِالْآیَةِ لَا الْاِحْتِجَاجُ بِهَا لِتَجْوِیْزِ الثَّلاثِ.

(فتح الباری ۹/۴۵۷،ط:قدیمی)

''اور اگر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد اکٹھی تین طلاقوں کا جواز اور وقوع ثابت کرنا ہے اور یہی مقصد زیادہ ظاہر بھی ہے تو پھر (یہ کہا جائے گا کہ) امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس آیت سے بھی تین کو ایک بنانے والے اور اجماع کے مخالف لوگ استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت کا ظاہر بتاتا ہے کہ ایک

مرتبہ میں تین طلاق دینا مشروع طلاق نہیں، مشروع طلاق یہ ہے کہ جو ترتیب آیت میں ہے اسی کے مطابق دی جائے، (حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) اس آیت سے اکٹھی تین طلاقوں کی ممانعت پر استدلال کرنا غیر متّجہٗ اور نا قابل التفات ہے کیونکہ سیاقِ آیت میں کیفیتِ مذکورہ کے علاوہ کی طلاق کی ممانعت کا ذکر نہیں، بلکہ (یعنی کسی طلاق کی ممانعت کی دلیل بننا تو درکنار اس میں تو ترتیب مذکور پر دو طلاق دینے کی شرطیت اور راجح ہونے پر بھی دلالت نہیں کیونکہ) اس بات پر اجماع ہے کہ دو بار طلاق دینا نہ شرط اور نہ راجح طریقہ ہے، بلکہ سب کا اتفاق ہے کہ دو کے بجائے صرف ایک طلاق دینا افضل اور ارجح ہے۔ (حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر کلام کے ضمن میں اس پر گفتگو پہلے ہو چکی ہے۔

الحاصل: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد مخالفین کے اس آیت سے استدلال کو دفع اور باطل کرنا ہے نہ کہ جوازِ ثلاث پر استدلال"۔ (اگرچہ استدلال ہو سکتا ہے جیسا کہ مقصد نمبر (۱) میں گزر گیا)۔

امام کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد اکٹھی تین طلاقوں کا بیان کرنا ہے اور اس آیت سے ان کا یہ دعوی ثابت بھی ہے۔

قَالَ العلامة الكرماني رحمه الله تعالىٰ :(بَابُ مَنْ أَجَازَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ) أَيْ تَطْلِيقُ الْمَرْأَةِ بِالطَّلَاقِ الثَّلَاثِ دَفْعَةً وَّاحِدَةً ،فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ دَلَّتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلَىٰ إِجَازَتِهِ قُلْتُ إِذَا جَازَ الْجَمْعُ بَيْنَ اِثْنَتَيْنِ جَازَ بَيْنَ الثَّلَاثِ،أو التَّسْرِيْحُ بِالإِحْسَانِ عَامٌّ مُّتَنَاوِلٌ لِإِيْقَاعِ الثَّلَاثِ دَفْعَةً.

(شرح الكرماني ۱۸۲/۱۷،ط:دار احياء التراث العربي)

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ : "باب کا مطلب ہے، عورت کو ایک ہی مجلس میں ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینا۔ (آگے فرماتے ہیں کہ) اگر آپ کہیں کہ یہ آیت (یعنی الطلاق مرتان الخ)اس دعوی پر کس طرح دلالت کرتی ہے؟ (فرماتے ہیں کہ جواب

میں) میں کہتا ہوں (کہ دو وجہ سے یہ آیت تین اکٹھی دی ہوئی طلاقوں کے وقوع اور جواز پر دلالت کرتی ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ) جب دو میں جمع جائز ہے تو تین میں بھی جائز ہوگی (یعنی جب ایک مجلس میں دو دفعہ دینے سے دو واقع ہو جاتی ہیں اور ان کا یہ وقوع اور جواز اس آیت سے صراحۃً ثابت ہے تو تین کا وقوع اور جواز بھی ثابت ہوگا کیونکہ دونوں صورتیں تعدد میں برابر ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ) یا تو" التسریح بالاحسان" کو اتنا عام لیا جائے کہ اکٹھی ایک ہی مجلس کی تین طلاقوں کو بھی شامل ہو جائے (یعنی احسان اور بھلائی کے ساتھ چھوڑنے کو عام معنی میں لیا جائے کہ دو طلاقوں کے بعد رجوع نہ کرے یا تیسری طلاق دے دے یا ابتداءً تین طلاقیں دے جب ان تینوں صورتوں کو عام ہو جائے گا تو اکٹھی تین طلاقوں کو بھی شامل ہوگا"۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت :

قَالَ الشَّافِعِيُّ رحمه الله تعالىٰ : فَالْقُرْآنُ وَاللّٰهُ تَعَالىٰ أَعْلَمُ يَدُلُّ عَلىٰ أَنَّ مَنْ طَلَّقَ زَوْجَةً لَّهُ دَخَلَ بِهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا ثَلاَثًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ. (كتاب الام ۱۹۶/۵ ،ط:باب طلاق التى لم يدخل بها ، السنن الكبرى ۳۳۳/۷ ،ط:اداره تاليفات اشرفيه)

"حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ قرآن کریم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں عام اس سے کہ اس نے اس بیوی سے ہمبستری کی ہو یا نہیں تو وہ عورت اس شخص کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے۔"

فائدہ: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا" أو لم يدخلها " فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک یہ آیتِ کریمہ ایک ہی مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کو بھی شامل ہے کیونکہ جس عورت سے ہمبستری نہ ہوئی ہو وہ ایک طلاق سے بائنہ اور اجنبی عورت کی طرح ہو جاتی ہے اور فوراً اس کی عدت ختم ہو جاتی ہے جب عدت ہی ختم ہوگئی تو دوسرے اور

تیسرے طہر میں طلاق کیسے دے گا۔

حکیم محمد اسرائیل ندوی غیر مقلد لکھتا ہے : ''غیر مدخولہ عورت (یعنی وہ عورت جس سے نکاح کے بعد شوہر نے وطی نہ کی ہو) اس پر کوئی عدت نہیں، وہ طلاق واقع ہوتے ہی فوراً بائنہ ہوجاتی ہے'' (طلاق/۳۸)

الحاصل: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ''أو لم یدخلها '' تب صحیح ہوسکتا ہے کہ شوہر ایک ہی مجلس میں ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دے دے یعنی مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں، اس صورت میں تینوں ایک دم سے واقع ہوجائیں گی اور نکاح ثانی کے بغیر حلال نہ ہوگی۔ یہ صورت بھی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس آیت کریمہ کا محمل اور مصداق ہے۔

غیر مقلدین کے سر خیل امام ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت:

قَالَ الْإِمَامُ أَبُوْ مُحَمَّدِ بْنُ حَزْمٍ رحمه الله تعالیٰ : ثُمَّ وَجَدْنَا مِنْ حُجَّةِ مَنْ قَالَ اِنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ مَجْمُوْعَةً سُنَّةٌ لَّا بِدْعَةٌ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی : فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ، فَهٰذَا يَقَعُ عَلَى الثَّلَاثِ مَجْمُوْعَةً وَّ مُفَرَّقَةً وَّلَا يَجُوْزُ أَنْ يُّخَصَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ بَعْضُ ذٰلِكَ دُوْنَ بَعْضٍ بِغَيْرِ نَصٍّ.

(المحلی لابن حزم ۹/۳۹۴،ط:دار الکتب العلمیة)

''امام ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: پھر ہم نے ان لوگوں کی جو بیک وقت اکٹھی تین طلاقوں کو بدعت نہیں کہتے بلکہ سنت سمجھتے ہیں، یہ دلیل پائی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ''پھر اگر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو وہ اس کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے'' یہ مضمون اور حکم ان تین طلاقوں پر بھی صادق آتا ہے جو اکٹھی ہوں اور ان تین پر بھی سچا آتا ہے جو متفرق طور پر جدا جدا دی گئی ہوں، بغیر کسی نص صریح کے اس آیت کے حکم کو تین متفرق اور جدا جدا طلاقوں کے ساتھ مخصوص کر دینا اور اکٹھی تین کو شامل نہ کرنا صحیح نہیں ہے۔''

فــائـدہ : قارئین کرام !امام ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت بالکل واضح ہے اس کے لفظی ترجمہ ہی سے ہر ایک کے لئے ان کے اس مطلب اور مراد کو سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ ان کے نزدیک تین طلاقیں متفرق طور پر جدا جدا دینا اور ایک ہی مجلس میں اکٹھی دینا دونوں برابر ہیں، جس طرح متفرق دینا جائز اور تینوں واقع ہیں اسی طرح ایک ہی مجلس میں اکٹھی تین دینا بھی جائز اور تینوں واقع ہیں۔

قارئین کرام !امام ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقام اور مرتبہ غیر مقلدین کی نظر میں بہت ہی بلند ہے لیکن ہمیں ان سے زیادہ امید نہیں کہ وہ اپنی خواہش نفس کے مقابلہ میں علامہ کی بات کی طرف کچھ بھی التفات کریں گے اور قرآن کریم کے مدلول اور حکم کو مان لیں گے، کیونکہ ان میں ضد اور ہٹ دھرمی کا جو مادہ ہے وہ حق ماننے سے بہت بڑی رکاوٹ اور مانع ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس مانع سے ان کو چھٹکارا عطا فرما کر متفق علیہ اور مجمع علیہ حق کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور شاذ اقوال کے پیچھے لگنے سے بچائیں۔

اصـول و قـواعـد کی شـهـادت: عربی زبان کے اصول وقواعد کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں بھی تین ہی ہوں۔ کیونکہ اس آیت میں پہلے ''**الطلاق مرتان**'' کا ذکر ہے کہ طلاق رجعی دو دفعہ ہے اس کے بعد **فان طلقها** الخ میں حرف فاء ''جو عربی زبان کے اصول وقواعد کے مطابق اکثر تعقیب بلا مہلت کے لیے آتا ہے'' کے ساتھ یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر دو مرتبہ طلاق دینے کے فوراً بعد (تیسری) طلاق دے دے تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ شرعی قاعدہ کے مطابق کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے۔ اس جگہ اگر حرف ''ثُمَّ'' یا اسی قسم کا کوئی اور ایسا حرف ہوتا جو مہلت اور تاخیر پر دلالت کرتا تو اس کا مطلب متعین طور پر یہ ہو سکتا تھا کہ تیسری طلاق پہلی دو طلاقوں سے متصل نہ ہو بلکہ الگ اور تیسرے طہر میں ہونی چاہیے۔ لیکن اس موقع پر اس قسم کا کوئی حرف نہیں ہے یہاں اگر ہے تو حرفِ ''**فاء**'' ہے جس کا مطلب قاعدہ اور قانون عربی کے لحاظ سے یہ ہے کہ دو طلاقوں کے بعد اگر فی الفور تیسری طلاق بھی کسی نادان نے دے دی تو یہ

تیسری طلاق بھی واقع ہو کر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اب یہ بیوی اس وقت تک اس کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے۔

الحاصل: عربی زبان کے قانون اور قاعدہ کے لحاظ سے حرفِ ''فاء'' کا معنی تب درست ہوگا جبکہ یہاں تیسری طلاق اسی مجلس میں واقع مانی جائے جس میں پہلی دو رجعی طلاقیں دے چکا ہے۔

مزید شہادتیں:

قارئین کرام ! وہ تمام صحیح احادیث جن میں مجلس واحد و متعدد کے فرق کے بغیر تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا گیا ہے اور خاص کر مجلس واحد کی تین کو تین کہا گیا ہے اور حضرات صحابہ و تابعین و تبع تابعین وائمہ مجتہدین اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے وہ جملہ فتاوی جن میں بدوں فرق تین کو تین کہا گیا ہے اور خصوصاً مجلس واحد کی تین کو بھی تین قرار دیا گیا ہے، یہ سب ان مذکورہ شہادتوں کے علاوہ اس کی مزید مضبوط اور قوی شہادتیں ہیں کہ آیت کریمہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو بھی شامل ہے اور اس آیت سے ثابت ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں نہ کہ ایک۔

قارئینِ کرام! ان میں سے بطور نمونہ کچھ احادیثِ صحیحہ اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے فتاوی آنے والے صفحات میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

''مرتان'' سے غیر مقلدین کا استدلال اور اس کا جواب

طرزِ استدلال : غیر مقلدین کا استدلال دو وجہوں پر مبنی ہے :

(۱) ''مرتان'' صرف مرۃ بعد مرۃ یعنی ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس کے سوا کسی اور معنی میں یہ لفظ مستعمل نہیں۔

(۲) اس معنی کے تحقق اور ثبوت کے لیے تعدد مجلس ضروری ہے اگر ایک ہی مجلس میں کوئی کام دو مرتبہ کیا جائے تو اسے ''مرتان'' نہیں کہا جائے گا۔

غیر مقلدین کے استدلال کا ابطال:

غیر مقلدین کے استدلال کی دونوں وجہیں باطل ہیں، لہٰذا ان کا دعویٰ اس آیت سے بھی ثابت نہیں ہوا۔

پہلی وجہ کا ابطال:

پہلی وجہ اس لیے باطل ہے کہ جس طرح "مرتان" کا لفظ "مرۃ بعد مرۃ" میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح "ضِعف" یعنی دہرے، اور دوگنے کے معنی میں بھی قرآن وحدیث میں استعمال ہوا ہے۔

قرآن کریم کی آیت کریمہ "أُولٰئِکَ یُؤْتُوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَیْنِ" کی تفسیر میں لکھا ہے "أَیْ یُعْطُوْنَ ثَوَابَهُمْ ضِعْفَیْنِ" کہ ان کو دہرا اور دوگنا ثواب دیا جائے گا۔

(تفسیر ابن عباس، ص: ۴۴۴)

نیز خود غیر مقلدین کے جدامجد علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو "الطلاق مرتان" کے معنی بیان کرتے ہوئے تصریح فرمائی ہے کہ یہاں "مرتان" کا معنی "مرۃ بعد مرۃ" یعنی ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ کرنا "خطا" ہے، یہاں اس کا معنی ضعف اور مضاعف ہے۔

قَالَ ابْنُ حَزْمٍ رحمہ اللہ تعالیٰ: وَأَمَّا قَوْلُهُمْ مَعْنٰی قَوْلِهٖ "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ" اَنَّ مَعْنَاهُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ فَخَطَأٌ بَلْ هٰذِهِ الْآيَةُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰی "نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ" أَیْ مُضَاعَفاً مَّعاً (المحلی ۳۸۸/۹،ط:دار الکتب العلمیة)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ ان (یعنی تین طلاقوں کو ایک بنانے والوں) کا یہ کہنا کہ "الطلاق مرتان" کا معنی "ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ کا ہے" خطا اور غلط ہے بلکہ اس کا معنی باری تعالیٰ کے قول "نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ" کی طرح ہے یعنی اس کا معنی ہے "دوچند اکٹھا"۔ گویا ابن حزم چیخ چیخ کر اپنی ذریت (غیر مقلدین) کے لیے اعلان کر رہے ہیں کہ "الطلاق مرتان" کا معنی ہے (رجعی) طلاق دو ہیں اکٹھی دو ہیں۔

کاش غیر مقلدین اپنے آباء واجداد کی یہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ مدلل بات مان

لیتے تو آج نہ طلاق ثلاث کے مسئلہ پر اوراق سیاہ ہوتے نہ مناظرے اور مقابلے ہوتے اور نہ ہی حرام کاری اور زنا کے دروازے کھلتے اور نہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین ﷺ، اجماع امت اور جمہور سلف وخلف رحمہم اللہ تعالیٰ کی مخالفت کا ارتکاب ہوتا اور نہ ہی کوئی شاذ قول کو اختیار کر کے حدیث ”من شذ شذ فی النار“ کا مصداق بنتا۔

حدیث مبارک میں بھی ”مرتان“ کا لفظ ”ضِعْف“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

صحیح بخاری ۱/۴، ۵ پر ”حدیث ہرقل“ کے نام سے مشہور ایک لمبی حدیث ہے جس میں ہرقل (بادشاہ روم) کو آپ ﷺ نے ایمان لانے پر دہرے اجر کی خوشخبری دی ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں ”یُؤْتِکَ اللّٰہُ أَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ“ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو دہرا اجر دے گا۔

صحیح بخاری کے شارحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے دہرے اور دوچند اجر کی متعدد وجوہ بیان فرمائی ہیں:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قَوْلُہٗ یُؤْتِکَ الخ وَھُوَ مُوَافِقٌ لِّقَوْلِہٖ تَعَالٰی ”أُولٰئِکَ یُؤْتَوْنَ أَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ“ وَإِعْطَاءُ ہُ الْأَجْرَ مَرَّتَیْنِ لِکَوْنِہٖ کَانَ مُؤْمِنًا بِنَبِیِّہٖ ثُمَّ اٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَیَحْتَمِلُ أَنْ یَکُوْنَ تَضْعِیْفُ الْأَجْرِ لَہٗ مِنْ جِھَۃِ إِسْلَامِہٖ وَمِنْ جِھَۃِ أَنَّ إِسْلَامَہٗ یَکُوْنُ سَبَبًا لِّدُخُوْلِ أَتْبَاعِہٖ وَ سَیَأْتِیْ التَّصْرِیْحُ بِذٰلِکَ فِیْ مَوْضِعِہٖ مِنْ حَدِیْثِ الشَّعْبِیِّ مِنْ کِتَابِ الْعِلْمِ.

(فتح الباری ۱/ ۵۲، ط: قدیمی)

فرماتے ہیں: ”یؤتک الخ یہ باری تعالیٰ کے قول ”أولئک الذین یوتون أجرھم مرتین“ کے موافق ہے (قارئین کرام! اوپر اس آیت کی باحوالہ تفسیر پڑھ چکے ہیں کہ اس آیت میں ”مرتین“ کا معنی دہرا ہے کہ ان کو دہرا اجر دیا جائے گا، حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ یہ حدیث بھی اس آیت کے موافق ہے (یعنی یہاں بھی مراد ”دہرا اجر“ ہے نہ کہ ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ، راقم) اور ان کو دو اجر ملنے کی (دو وجہ ہوسکتی ہیں جن میں سے) ایک وجہ یہ ہے کہ ان کا اپنے نبی پر بھی ایمان تھا پھر آپ ﷺ پر بھی ایمان لے آئے اور یہ (دوسری وجہ جس کا) احتمال بھی ہے کہ دہرا اجر اس لیے ہے کہ یہ خود

اسلام لائے اور اس کا اسلام لانا اس کے اتباع اور پیروں کاروں کے لیے سبب بنے گا۔

تقریباً یہی مضمون اسی موقع پر حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری (۱/۱۵۷، ط: دار الفکر) پر لکھا ہے اور یہی بات امام کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری (۱/۶۲، ط: داراحیاء التراث العربی) پر تحریر فرمائی ہے۔ نیز خود غیر مقلدین کے مجتہد اور تراجم احادیث کے ماہر علامہ وحید الزماں غیر مقلد نے بھی اس کا ترجمہ ''دُہرا'' سے کیا ہے۔

علامہ وحید الزماں غیر مقلد صاحب '' **یوتک اللہ أجرک مرتین** '' کا ترجمہ اور شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں : اللہ (تعالیٰ) تجھ کو دوہرا ثواب دے گا (تیسیر الباری ۱/۱۱) ایک اپنے پیغمبر پر ایمان لانے کا ایک مجھ پر ایمان لانے کا (تیسیر الباری ۱/۱۴)۔

دوسری وجہ کا ابطال:

دوسری وجہ (یعنی ''مرتان'' کے تحقق کے لیے تعدد مجلس ضروری ہے) بھی باطل اور خالص سینہ زوری ہے اس پر غیر مقلدین کے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ نقل و عقل اور عرف ہر ایک کے خلاف اور واجب الرد ہے۔ اس بطلان کی تفصیل درج ذیل سوالات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں:

سوال نمبر ۱ : زید نے قسم کھائی کہ میں خالد غیر مقلد کو دو دفعہ یعنی ''مرتان'' تھپڑ نہیں ماروں گا، پھر زید نے اس غیر مقلد صاحب کو ایک مجلس میں دس یا بیس یا سو تھپڑ مارے۔ تو بتایئے زید اتنی کثرت سے پٹائی کے بعد حانث ہوگا یا نہیں؟ اور اس پر اس قسم کا کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟

سوال نمبر ۲ : جاوید غیر مقلد نے جناب عامر صاحب سے مجلس واحد میں ایک دفعہ ایک ہزار روپے کا نوٹ بطور قرض لیا، پھر اسی مجلس میں دوبارہ پھر سہ بارہ ایک ایک ہزار کا قرض لیا، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس غیر مقلد صاحب کو تین ہزار کا مقروض سمجھا جائے گا یا وحدتِ مجلس کی وجہ سے یہ ایک ہزار کا مقروض ہوگا اور مالک کو اس سے زیادہ کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا؟

سوال نمبر۳ : زید پر حمید کا تین ہزار کا قرض تھا۔ زید نے ہزار کے تین نوٹ یکمشت مجلس واحد میں حمید کو دیے یا مجلس واحد ہی میں ایک ایک نوٹ تین مرتبہ پکڑاتا گیا یا متعدد مجالس میں دیتا گیا مثلاً ایک مجلس میں ایک ہزار کا نوٹ دیا دوسری میں دوسرا اور تیسری مجلس میں تیسرا دیا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ان تین صورتوں کے حکم میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ ایک مجلس کی صورت میں بھی زید کا پورا تین ہزار کا قرضہ اتر گیا یا صرف ایک ہزار اتر گیا؟

سوال نمبر٤ : ایک غیر مقلد نے دوسرے غیر مقلد کو ایک ہی مجلس میں ایک ہی سانس میں درجنوں گالیاں دیں، اب اس بیچارے نے عدالت شرعیہ میں یہ دعوی دائر کیا کہ اس نے مجھے ماں بہن کی غلیظ قسم کی گالیاں دی ہیں، مدعی علیہ کو بلایا گیا، اس نے پوچھنے پر بتایا کہ یہ مدعی بہت بڑا جھوٹا اور اصول شریعت سے نا آشنا اور بڑا جاہل ہے۔ میں نے اسے درجنوں گالیاں ایک ہی مجلس میں دی ہیں اور مجلس واحد کی مرّات اور عدد ایک کے حکم میں ہیں، لہٰذا میں نے گویا اسے صرف ایک ہی گالی دی ہے۔ جناب جج صاحب ! اس نے جو مجھ پر کثرت، تعدد اور مرات کا الزام لگایا ہے اس الزام اور جھوٹ کی سزا اِسے ضرور ملنی چاہئے۔ اب قاضی صاحب کس کے حق میں فیصلہ کریں گے؟

سوال نمبر٥ : اجمل صاحب نے جمیل صاحب سے کہا کہ اُٹھو، جمیل اُٹھ گیا، پھر بیٹھ گیا۔ پھر اجمل نے کہا : اٹھو، وہ دوبارہ کھڑا ہوا اور کچھ دیر بعد پھر بیٹھ گیا۔ اجمل نے پھر کہا : کھڑے ہو جاؤ، جمیل سنتے ہی کھڑا ہو گیا۔ پوچھنا یہ ہے کہ ایک ہی مجلس میں اجمل نے جو کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے وہ ایک مرتبہ کا حکم ہے یا دو اور تین مرتبہ کا؟ نیز اس حکم کی تعمیل میں جمیل جو کھڑا ہوتا رہا تو وہ ایک مرتبہ کھڑا ہوا یا تین مرتبہ؟

سوال نمبر٦ : خالد میزبان نے جاوید مہمان کے سامنے دستر خوان پر اکٹھی تین روٹیاں رکھ دیں یا ایک ایک روٹی تین دفعہ پکڑاتا گیا، اب غیر مقلد مفتی صاحب عقل، عرف اور نقل کی روشنی میں جواب دیں کہ میزبان صاحب کی ایک مجلس کی تین روٹیاں تین سمجھی

جائیں گی یا ایک؟ اور مہمان نے مجلس واحد میں جو تینوں کو تناول فرمایا ہے اسے ایک روٹی کھانے والا کہا جائے گا یا تین کا؟

سوال نمبر۷ : سلیم صاحب نے عبدالمجید صاحب کے درجہ ذیل طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر تین دانت توڑ ڈالے؟

(۱) بڑا پتھر منہ پر مارا جس سے اکٹھے تین دانت ٹوٹ گئے۔

(۲) لاٹھی کے ذریعہ ایک ہی مجلس میں باری باری تین دفعہ میں تین دانت توڑ دیے۔

(۳) تین مختلف مجلسوں میں تین دانت توڑ ڈالے۔

پوچھنا یہ ہے کہ ان تینوں صورتوں کا حکم ایک ہے یا ہر صورت کا حکم الگ ہے؟ دیت واجب ہے یا قصاص؟ جو بھی واجب ہے اس کی مقدار بھی بتائیے۔

سوال نمبر۸ : حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے پاس تشریف لا کر سلام کرتے تو "سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا" یعنی تین مرتبہ سلام کرتے (بخاری ۱/۲۰، ط: قدیمی) ماہرین حدیث تو اس ایک مجلس کے ایک کلمہ "ثلاثا" کا معنی ثلاث مرات کرتے ہیں، غیر مقلدین اس کا معنی بتائیں کہ کیا ہے؟

"مرتان" کے دونوں معنی غیر مقلدین کے خلاف ہیں

اگر "مرتان" کا معنی "مرة بعد مرة" لیا جائے تو بھی غیر مقلدین کا مقصد حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ جب کوئی ایک ہی مجلس میں لفظ طلاق کا تکرار کرے گا تو اس نے بھی "مرتان" پر عمل کیا لہٰذا دو مرتبہ تکرار سے دو اور تین مرتبہ تکرار سے تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ جبکہ غیر مقلدین اس صورت میں بھی ایک ہی کے وقوع کے قائل ہیں۔

حکیم محمد اسرائیل غیر مقلد کا ''مرتان'' کے صحیح معنی سے خلاصی کا حیلہ اور اس کا جواب:

حیلہ: حکیم صاحب لکھتے ہیں: حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لغت عربی اور دنیا کی تمام زبانوں میں ''مرتان'' سے مراد ''مرۃ بعد مرۃ'' ہے۔(یعنی ایک دفعہ کے بعد دوسری دفع، نہ کہ محض لفظی تکرار) (طلاق/۲۰)

جواب حیلہ:

جناب غیر مقلد حکیم صاحب نے بین القوسین یعنی ایک دفعہ الخ، کا اضافہ کر کے بزعم خود بہت بڑی جنگ جیت لی ہے، کیونکہ اگر کوئی مجلس واحد میں تکرار سے طلاق دے گا تو جناب نے حیلہ بتادیا کہ یہ محض لفظی تکرار ہے اس کو مرتان اور ثلاث مرات نہیں کہا جاتا۔لہٰذا یہ ایک ہی طلاق ہے وہ بیچارہ کہتا رہے کہ تین طلاقوں کا مجھے اختیار ہے اور اسی اختیار کو استعمال کرتے ہوئے میں نے تین طلاقیں ہی دی ہیں صرف مزہ لینے کے لیے تین مرتبہ تکرار نہیں کیا، لیکن جناب کا جواب وہی کہ یہ صرف لفظی تکرار ہے اور اس کو ''مرتان'' نہیں کہا جائے گا۔

جناب غیر مقلد صاحب کا یہ حیلہ صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق بالکل باطل، من گھڑت، خودساختہ اور تنکوں کا قلعہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے (جس کے آخر میں ہے): فَنَادٰی بِأَعْلٰی صَوْتِہٖ وَیْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَیْنِ أَوْ ثَلَاثاً. (البخاری ۱/۲۰، ط: قدیمی)

''یعنی آپ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: ''ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ کا عذاب ہے''، دو یا تین مرتبہ فرمایا۔''

جناب غیر مقلد صاحب! یہاں لفظی تکرار کو ''مرتان'' اور ''ثلاث مرات'' کہا گیا ہے یا نہیں؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابی بھی ہیں اور اہل لسان بھی، ان کا بتایا ہوا معنی معتبر سمجھا جائے گا یا آپ کی گلو خلاصی کا حیلہ؟

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

هل بلغت مرتين. (البخاری ۱/۲۱، ط: قدیمی)

جنابِ غیر مقلد صاحب! یہاں "هل بلغت" کے لفظی تکرار کو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ جو اہل زبان بھی ہیں اور صحابی بھی، "مرتان" فرمارہے ہیں۔

جنابِ من! اگر کسی ایک صحابی یا تابعی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر یا حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ پر اس تکرارِ لفظی کو "مرتان" کہنے کی وجہ سے اعتراض کیا ہو، تو میرے غیر مقلد دوست باحوالہ پیش کریں تاکہ موازنہ کیا جائے۔ اگر اُس دور میں عربی کے ماہرین نے ان پر اعتراض نہیں کیا تو جناب بھی اپنی بات سے رجوع کا اعلان کیجیے اور مجلس واحد کی مکرر طلاقوں کو کم از کم "مرتان" اور "ثلث مرات" میں داخل کیجیے اور تین کے تین ہونے کا فتویٰ دیجیے کیونکہ.....

جب کھل گئی بطالت پھر اس کو چھوڑ دینا نیکوں کی ہے یہ سیرت راہِ ہُدیٰ یہی ہے

"مرتان" کا معنیٰ اور تفاسیر کے حوالے

جناب حکیم محمد اسرائیل صاحب غیر مقلد نے روح المعانی وغیرہ بعض تفاسیر کے حوالہ جات نقل کر کے یہ کوشش کی ہے کہ ان حضرات کے نزدیک "مرتان" کا معنیٰ متعین طور پر "مرة بعد مرة" ہے۔ حالانکہ یہ جناب کی صرف خوش فہمی اور دل کو تسلی دینے والی بات ہے، کیونکہ نہ تو ان حضرات مفسرین وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے صراحتاً یہ کہا ہے کہ "مرتان" کا استعمال اس معنیٰ کے علاوہ کسی اور معنیٰ میں ممنوع اور ناجائز ہے اور نہ ہی وہ مجلس واحد کے تعدد اور مرات کو ایک بنانے کے قائل ہیں۔ بلکہ ان سب حضرات نے راجح اور جمہور اہل السنة والجماعة کا مذہب یہی بتایا ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں خواہ کلمہ واحدہ سے ہوں یا تکرارِ لفظِ طلاق سے، تین ہی ہیں۔ نیز ان حضرات نے تین کو ایک کہنے والوں پر شدید اور مدلل رد بھی کیا ہے، لہٰذا یہ حوالے جناب کے لیے بے سود اور غیر مفید ہیں۔

قارئینِ کرام ! بطورِ نمونہ صرف ایک حوالہ روح المعانی سے پیش خدمت ہے:

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :"الطلاق مرتان" کے بعد "فامساک بمعروف" کا معنی ہے کہ رجوع اور اچھے گزران سے اس کو اپنے پاس روکے رکھو، اور آگے "أو تسریح باحسان" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس میں دل کی پریشانی اور ادائے حقوق کی فکر سے آزادی ہے، اور یہ دو صورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ طلاق کے بعد عدت گزرنے تک رجوع نہ کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ تیسری طلاق دے دے۔ اور "تسریح باحسان" کی یہ دوسری تفسیر مأثور اور منقول بھی ہے۔ فرماتے ہیں : فَقَدْ أَخْرَجَ أَبُوْ دَاوُدَ وَجَمَاعَةٌ عَنْ أَبِیْ رَزِیْنِ الْأَسَدِیِّ أَنَّ رَجُلاً قَالَ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ(ﷺ) اِنِّیْ أَسْمَعُ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ "الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ" فَأَیْنَ الثَّالِثَةُ ؟ فَقَالَ : "التَّسْرِیْحُ بِاِحْسَانٍ" هُوَالثَّالِثَةُ ، وَهٰذَا یَدُلُّ عَلٰی أَنَّ مَعْنٰی "مَرَّتَانِ" اِثْنَتَانِ.(روح المعانی ۱۳۵/۲ ،ط:امدادیه)

یعنی ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تو سنتا ہوں کہ "الطلاق مرتان" طلاقیں دو ہیں، پس تیسری طلاق کہاں ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا : "التسریح باحسان" (یعنی احسان کے ساتھ چھوڑ دینا) یہ تیسری طلاق ہے (علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ "مرتان" کا معنی "اثنتان" یعنی دو ہے۔ (اس روایت کے پیش نظر "الطلاق مرتان" کا معنی ہے کہ طلاق رجعی دو ہیں)۔

نیز اسی تفسیر روح المعانی بلکہ جملہ تفاسیر اور شروح حدیث میں غیر مقلدین کے عقلی ونقلی حیلوں اور مستدلات کی حقیقت بتا کر ثابت کیا گیا ہے کہ ان سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کا ایک ہونا ثابت نہیں ہوتا اور دلائل قویہ نقلیہ اور عقلیہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

جناب غیر مقلد صاحب !ان اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کی کتب سے ادھوری اور نا تمام عبارتیں بطور حوالہ نقل کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ باور کرانا کہ یہ بھی ہمارے ساتھ ہیں، دیانت، امانت اور اخلاق حسنہ کے خلاف ہے۔

جنابِ من !یہ حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ تو در کنار اس مسئلہ میں آپ کے اپنے بھی آپ کے سر پر ہاتھ رکھنے کے لیے تیار نہیں۔

(۱) مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد کا بیان اخبار اہلحدیث (از ہار مربوعہ)

(۲) مولانا ابو سعید شرف الدین دہلوی غیر مقلد (فتاوی ثنائیہ جلد دوم، بحوالہ عمدۃ الاثاث) وغیرہما حضرات نے ان پر ہاتھ نہیں رکھا بلکہ شدت سے مخالفت کی اور قرآن و حدیث اور جمہور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ﷺ کی پیروی کی ہے۔

دلیل نمبر (۴): حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنها أَنَّ رَجُلاً طَلَّقَ اِمْرَأَتَهُ ثَلاثًا فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ أَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ قَالَ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الْأَوَّلُ. (صحیح البخاری ۲/ ۷۹۱ ،ط:قدیمی، واللفظ له، الصحیح لمسلم ۱/ ۴۶۳،ط:قدیمی)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، اُس عورت نے کسی اور شخص سے نکاح کیا، پھر اُس نے بھی طلاق دی پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا، کیا یہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، جب تک وہ شوہرِ ثانی اس عورت کے شہد کو نہ چکھے (صحبت و جماع نہ کرے) جیسا کہ شوہرِ اول نے چکھا ہے (یعنی صحبت و جماع کر چکا ہے)۔

طرزِ استدلال:

اس حدیثِ صحیح میں "ثلاثا" یعنی تین طلاقوں کا صراحۃً ذکر ہے لیکن تعددِ مجلس کی کوئی قید

مذکور نہیں اور نہ ہی آپ ﷺ نے یہ تفصیل دریافت فرمائی کہ تین طلاقیں مجلس واحد میں دی ہیں یا متعدد مجالس میں دی ہیں، اگر دونوں صورتوں کے حکم میں فرق ہوتا تو آپ ﷺ یہ تفصیل ضرور معلوم کرتے۔ آپ ﷺ کا یہ تفصیل معلوم نہ کرنا اور تین کو تین ہی قرار دے کر پہلے شوہر کے جواز کے لیے شوہر ثانی کے جماع اور صحبت کو ضروری فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہر صورت کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

نیز "طَلَّقَ اِمْرَأَتَهٗ ثَلاثاً" کا جملہ بظاہر اکٹھی تین طلاقوں پر دلالت کرتا ہے کہ اس قصہ میں شوہر نے بیوی کو ایک ہی مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دی ہیں۔ یہی بات شراحِ صحیح بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں :

حضرات محدثین وماہرین شریعت رحمہم اللہ تعالیٰ کی شہادتیں

(۱) امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "بَابُ مَنْ أَجَازَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ" کے تحت اس حدیث کو ذکر کرکے بتادیا کہ یہ اکٹھی تین طلاقوں کو بھی شامل ہے۔

(۲) قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رحمه الله تعالیٰ : فَإِنَّهٗ (أَیْ طَلَّقَهَا ثَلَاثاً) ظَاهِرٌ فِیْ کَوْنِهَا مَجْمُوْعَةً. (فتح الباری ۹/ ۴۵۹، ط:قدیمی)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :"بیشک یہ (جملہ کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں) بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تینوں طلاقیں اکٹھی تھیں"۔

(۳) قَالَ الْحَافِظُ الْعَیْنِیُّ رحمه الله تعالیٰ : مُطَابَقَتُهٗ لِلتَّرْجَمَةِ فِیْ قَوْلِهٖ : "طَلَّقَ اِمْرَأَتَهٗ ثَلَاثاً" فَإِنَّهٗ ظَاهِرٌ فِیْ کَوْنِهَا مَجْمُوْعَةً.

(عمدة القاری ۱۴/ ۲۴۱، ط:دار الفکر)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بظاہر اس سے تین اکٹھی طلاقیں مراد ہیں۔

دلیل نمبر(۵): حدیث عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ

حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے لعان کا تفصیلی قصہ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے، اس کے آخر میں راوی نے یوں بیان کیا ہے: قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا وَ أَنَا مَعَ

النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَیْمِرٌ کَذَبْتُ عَلَیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ أَمْسَکْتُھَا فَطَلَّقَھَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ یَّأْمُرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ۔

(البخاری ۲/۷۹۱ ط:قدیمی، مسلم ۱/۴۸۹، ط:قدیمی)

''حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: (میاں بیوی) دونوں نے لعان کیا اور میں بھی اس وقت دوسرے لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، جب دونوں لعان (کے کلمات) سے فارغ ہوگئے تو عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے کہا : اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اگر میں اس کو اپنے پاس رکھوں تو پھر تو میں نے اس پر جھوٹ بولا، پھر اس نے آپ ﷺ کے حکم اور فیصلہ سے پہلے اس (یعنی اپنی بیوی) کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں''۔

حضرات محدثین وماہرین شریعت رحمہم اللہ تعالیٰ کی شہادتیں

قرآن وحدیث کے ماہرین کی شہادتوں اور تصریحات سے یہ بات ثابت اور مبرہن ہے کہ یہ حدیث بھی ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کے جواز اور وقوع کی دلیل ہے۔

(۱) **حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت**: یہ بات سب کے ہاں مسلّم اور متفق علیہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ''ترجمۃ الباب'' (یعنی عنوان اور مسئلۂ باب) کو اس کے تحت ذکر کردہ آیات واحادیث سے ثابت کرتے ہیں۔ چونکہ اس حدیث کو بھی وہ ''ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کے جواز کے باب'' کے تحت لائے ہیں، لہٰذا اصول مسلمہ کے تحت یہ ماننا ضروری ہے کہ ان کی نظر میں یہ حدیث بھی اکٹھی تین طلاقوں کے جواز اور وقوع کی دلیل ہے۔

(۲) **حضرت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت**: حضرت حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے بھی یہی ہے کہ اس حدیث سے ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کا جواز اور وقوع ثابت ہوتا ہے، اسی وجہ سے وہ اس استدلال کے خلاف اعتراض کو رد کرتے ہوئے یوں جواب دیتے ہیں.......

''وَأُجِیْبَ بِأَنَّ الْاِحْتِجَاجَ بِہٖ مِنْ کَوْنِ النَّبِیِّ ﷺ لَمْ یُنْکِرْ عَلَیْہِ اِیْقَاعَ الثَّلَاثِ

مَجْمُوْعَةً فَلَوْ كَانَ مَمْنُوْعاً لَأَنْكَرَهُ. (فتح الباری ۹/ ۴۵۹،ط:قدیمی)

"جواب یوں دیا گیا ہے کہ استدلال اس بات سے ہے کہ (آپ ﷺ کے سامنے جب اس نے) تین طلاقیں اکٹھی دیں تو آپ ﷺ نے روکا نہیں، اگر (تین طلاقیں اکٹھی ایک مجلس میں دینا) ممنوع ہوتا تو آپ ﷺ اس پر ضرور انکار فرماتے" (آپ ﷺ کا انکار نہ فرمانا ایک مجلس کی تین کے جواز اور وقوع کی بہت بڑی دلیل ہے)۔

(۳) حضرت حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت :قَالَ الْإِمَامُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : مُطَابَقَتُهُ لِلتَّرْجَمَةِ تُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ "فَطَلَّقَهَا" (ثَلاثاً) وَ أَمْضَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ ، فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ مَنْ طَلَّقَ ثَلاثاً يَقَعُ ثَلاثاً. (عمدۃ القاری ۱۴/ ۲۳۸،ط:دار الفکر)

"حضرت حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیثِ لعان کے تحت فرماتے ہیں : کہ عنوانِ باب سے اس حدیث کا تعلق اس جملہ سے لیا جاتا ہے کہ "پھر اس نے تین طلاقیں دیں" اور آپ ﷺ نے اس کا امضاء فرمایا اور اس پر انکار اور رد نہیں فرمایا، پس یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے اکٹھی تین طلاقیں دیں وہ تین ہی واقع ہوں گی۔"

دلیل نمبر (۶): حدیث امرأۃ رفاعۃ القرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ جَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِيْ فَبَتَّ طَلَاقِيْ وَ اِنِّيْ نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيْرِ الْقُرَظِيِّ وَ اِنَّمَا مَعَهُ مِثْلَ الْهُدْبَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَعَلَّكِ تُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ اِلٰى رِفَاعَةَ ، لا حَتّٰى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ وَ تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ.

(البخاری ۲/ ۷۹۱،ط:قدیمی و اللفظ لہ ، مسلم ۱/ ۴۶۳،ط:قدیمی)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عروہ کو خبر دی کہ حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی : اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! مجھے

تو رفاعہ نے طلاق دے دی اور ''طلاق بتّہ'' یعنی تین طلاقیں دیں، اور میں نے اس کے بعد عبد الرحمٰن قرظی سے شادی کرلی لیکن ان کے پاس تو ہدبہ یعنی کپڑے کا طرف اور کنارہ ہے (یعنی وہ جماع اور صحبت پر قدرت نہیں رکھتا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ شاید آپ چاہتی ہیں کہ رفاعہ کے پاس واپس چلی جائیں، (تو سنو ! آپ اس کی طرف واپس) نہیں جاسکتیں جب تک کہ وہ آپ کے شہد میں سے نہ چکھے اور آپ اس کے شہد میں سے نہ چکھیں (یعنی صحبت اور جماع کے بغیر شوہرِ اول سے تیرے لیے دوبارہ نکاح جائز نہیں)۔

طلاق بتّہ کا معنی:

اس کے معنی میں دو قول ہیں :

(۱) بتّہ ایسا لفظ ہے جس کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا ہے اور تین پر بھی، لہٰذا اگر اس لفظ سے تین کی نیت کرے گا تو تین طلاقیں واقع ہوں گی ورنہ ایک واقع ہوگی۔

(۲) بتّہ کا معنی ہے تین طلاقیں، یعنی اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی نہ کہ ایک۔

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمه الله تعالىٰ :قَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ أَنْتِ طَالِقٌ اَلْبَتَّةَ ، فَذَكَرَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عُمَرَ رضى الله تعالىٰ عنه أَنَّهَا وَاحِدَةٌ وَّإِنْ أَرَادَ ثَلَاثًا فَهِيَ ثَلَاثٌ، وَّ هٰذَا قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ الشَّافِعِيِّ(رحمهما الله تعالىٰ) وَ قَالَتْ طَائِفَةٌ الْبَتَّةَ ثَلَاثٌ....الخ.

(عمدة القاری ۱۴/ ۲۳۷،ط:دار الفکر)

''فرماتے ہیں کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ ''تجھے طلاق بتّہ ہے'' (تو اس سے کتنی طلاقیں واقع ہوں گی) پس ابن منذر نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بتّہ ایک طلاق ہے البتہ اگر کسی نے اس سے یعنی لفظِ بتّہ سے تین طلاقوں کی نیت کرلی تو پھر تین ہی واقع ہوں گی، اور یہی بات امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ''بتّہ'' تین طلاقیں ہیں (یعنی اس

سے ہر صورت میں تین ہی واقع ہوں گی خواہ تین کی نیت ہو یا نہ ہو)۔

قارئینِ کرام ! اس حدیث میں بتّہ کا جو معنیٰ بھی مراد لیا جائے ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ مجلس واحد کی اکٹھی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

حضرات محدثین وماہرین قرآن وحدیث رحمہم اللہ تعالیٰ کی شہادتیں

(۱) **علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت** : قَالَ الْعَيْنِیُّ رحمه الله تعالىٰ : مُطَابَقَتُهُ لِلتَّرْجَمَةِ تُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهٖ: فَبَتَّ طَلاقِی ، أَیْ قَطْعاً كُلِّيًا ، فَاللَّفْظُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ الثَّلاثُ دَفْعَةً وَّاحِدَةً وَّ هُوَ مَحَلُّ التَّرْجَمَةِ أَوْ مُتَفَرِّقَةً. (عمدة القاری ۲۳۹/۱۴،ط:دار الفکر)

یعنی لفظِ "بتّ طلاقی" سے باب کا عنوان ومسئلہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ جدا جدا ہوں۔

(۲) **امام کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت** : قَالَ الْكِرْمَانِیُّ رحمه الله تعالىٰ : "بَتَّ" أَیْ قَطَعَ قَطْعًا كُلِّيًا هٰذَا اللَّفْظُ يَحْتَمِلُ أَنْ تَكُوْنَ الثَّلاثُ دَفْعَةً وَّاحِدَةً وَّ هُوَ مَحَلُّ التَّرْجَمَةِ.

(البخاری بشرح الکرمانی ۱۸۵/۷،ط:دار احیاء التراث العربی)

فرماتے ہیں : "بَتَّ" یعنی اس نے مکمل طور پر (رشتۂ نکاح کو) منقطع کردیا، یہ لفظ اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ تینوں طلاقیں اکٹھی دی گئی ہوں اور یہی محلِ ترجمہ ہے یعنی باب کے اندر مسئلہ بھی یہی ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی جائز اور واقع ہیں۔

(۳) **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت** : قَالَ الْحَافِظُ رحمه الله تعالىٰ : وَ يَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ الْمُرَادُ أَنَّهٗ طَلَّقَهَا طَلَاقًا حَصَلَ بِهٖ قَطْعُ عَصْمَتِهَا مِنْهُ وَ هُوَ أَعَمُّ مِنْ أَنْ يَّكُوْنَ طَلَّقَهَا ثَلاثًا مَجْمُوْعَةً أَوْ مُفَرَّقَةً.

(فتح الباری ۴۵۹/۹،ط:قدیمی)

یعنی یہ لفظ عام ہے اکٹھی تین طلاقوں کو بھی شامل ہے اور جدا جدا تین کو بھی۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا استنباط اور شہادت:

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس باب سے مقصد ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کا ثابت کرنا ہے، ان کی نظر میں جن احادیث سے ان کا مقصود ثابت ہوتا ہے ان کو ذکر فرماتے ہیں، لہٰذا اس حدیثِ رفاعہ کو ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے بھی ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کا جواز اور وقوع ثابت ہے۔

دلیل نمبر (۷): حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب

قَالَ اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اِذَا سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلاَثاً ، قَالَ لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَنِيْ بِهٰذَا فَإِنْ طَلَّقَهَا (وَ فِيْ نُسْخَةٍ طَلَّقْتَهَا) ثَلاثاً حَرَّمَتْ (وَ فِيْ نُسْخَةٍ حَرَّمَتْ عَلَيْكَ) حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ. (البخاری ۲/۷۹۲، ط: قدیمی)

"لیث، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جاتا جس نے تین طلاقیں دی ہیں (تو) فرماتے اگر آپ ایک یا دو طلاقیں دیتے (تو آپ کے لئے بہتر ہوتا کیونکہ تیرے لئے رجوع کی گنجائش ہوتی) اور مجھے بھی آپ ﷺ نے یہی حکم دیا تھا اور جب آپ نے اسے تین ہی طلاقیں (اکٹھی ایک ہی مجلس میں) دے دیں تو وہ آپ پر حرام ہوگئی جب تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے۔"

تنبیہ: اس ارشاد سے آپ رضی اللہ عنہ کا مقصد رجوع کی حد بتانا ہے اس وجہ سے "مرۃ" کا معنی ایک طلاق اور مرتین کا معنی دو طلاق لیا گیا ہے کہ ایک یا دو کے بعد حق رجعت ہے اور تین کے بعد نہیں۔

حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت:

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : قَوْلُهٗ : " عَنْ نَافِعٍ (اِلٰى قَوْلِهٖ) طَلَّقَ اِمْرَأَتَهٗ ثَلاثاً " أَيْ ثَلاثَ تَطْلِيْقَاتٍ ، قَالَ : لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً أَيْ طَلْقَةً وَاحِدَةً ، أَوْ

مَرَّتَيْنِ أَیْ طَلْقَتَیْنِ. (عمدة القاری ۱۴/۲۴۶،ط:دار الفکر)

''فرمایا اگر آپ نے طلاق دی''مرة''یعنی ایک طلاق یا''مرتین '' یعنی دوطلاقیں''۔

حافظ ابن حجر رحمه الله تعالیٰ کی شهادت :

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی درج ذیل اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہاں ''مرتین'' سے دوطلاقیں مراد ہیں۔

اعتراض: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ فرمانا''أمرنی بهذا'' کہ مجھے بھی آپ ﷺ نے یہی حکم فرمایا تھا یعنی جب میں نے حالتِ حیض میں طلاق دی تو مجھے رجعت کا حکم دیا، بظاہر اس قول کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں نے حالتِ حیض میں دوطلاقیں دی تھیں پھر مجھے رجوع کا حکم دیا گیا حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف ایک طلاق دی تھی، لہٰذا یہاں''مرتین'' کے ساتھ ان کے اپنے قصہ کی کوئی مناسبت نہیں ہوئی؟

جواب: جواب کا حاصل یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اکٹھی دوطلاقوں کو ایک طلاق کے ساتھ اپنی طرف سے ملا کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دونوں کا حکم ایک ہے اور دونوں صورتیں تین طلاقوں کی ضد اور مقابل ہیں کیونکہ ایک اور دوطلاقوں کے بعد رجوع کیا جاسکتا ہے جبکہ تین کے بعد رجوع ممنوع ہے۔

قَالَ الْحافِظُ رحمه الله تعالیٰ : وَ لِهٰذَا قَالَ ''فَإِنَّ النَّبِیَّ ﷺ أَمَرَنِیْ بِهٰذَا'' أَیْ بِالْمُرَاجَعَةِ لَمَّا طَلَّقْتُ الْحَائِضَ ، وَ قَسِیْمُ ذٰلِکَ قَوْلُهٗ ''وَ اِنْ طَلَّقْتَ ثَلاثًا'' وَ کَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَلْحَقَ الْجَمْعَ بَیْنَ الْمَرَّتَیْنِ بِالْوَاحِدَةِ فَسَوّٰی بَیْنَهُمَا وَ اِلَّا فَالَّذِیْ وَقَعَ مِنْهُ اِنَّمَا هُوَ وَاحِدَةٌ کَمَا تَقَدَّمَ بَیَانُهٗ صَرِیْحًا هُنَاکَ .

(فتح الباری ۹/۴۶۷،ط:قدیمی)

''یعنی آپ ﷺ نے مجھے رجعت کا حکم دیا جب میں نے حالتِ حیض میں طلاق دی اور یہ قسیم یعنی مقابل اور ضد ہے ''ان طلقت ثلاثا'' (اگر آپ تین طلاقیں دیں) کا، اور گویا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ''مرتین'' میں جمع کرنے یعنی دو اکٹھی طلاقوں کو

ایک کے ساتھ ملا کر دونوں کو برابر کیا ورنہ آپ ﷺ سے جو طلاق حالتِ حیض میں واقع ہوئی ہے وہ ایک ہی ہے جس کا صراحۃً بیان اسی جگہ پہلے گذر چکا ہے۔"

دلیل نمبر (۸): "أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ" (تو مجھ پر حرام ہے) کا حکم

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں "کتاب الطلاق" کے تحت (۷۹۲/۲ پر) "بَابُ مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ" قائم کر کے بتا دیا ہے کہ جس طرح بیوی کو "تجھے طلاق ہے" کہنے سے طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح بیوی کو "تو مجھ پر حرام ہے" کہنے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔

اب حضرات صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ مجتہدین ﷺ کا اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ اس سے کس قسم کی طلاق واقع ہوتی ہے اور کتنی واقع ہوتی ہیں اور نیت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ چنانچہ ان حضرات کی آراء اور فیصلے ذیل میں باحوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علی، زید بن ثابت، ابن عمر ﷺ کا فیصلہ:

یہ سب حضرات فرماتے ہیں کہ جس نے بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے، تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی خواہ اس کی نیت تین دینے کی نہ ہو۔

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ رحمه الله تعالىٰ: وَ رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَّ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّ ابْنِ عُمَرَ وَ الْحَكَمِ وَ ابْنِ أَبِيْ لَيْلٰى: فِي الْحَرَامِ ثَلَاثُ تَطْلِيْقَاتٍ وَّلَا يُسْئَلُ عَنْ نِيَّتِهِ وَ بِهِ قَالَ مَالِكٌ.

(فتح الباری ۴۶۵/۹، ط: قدیمی و اللفظ له، عمدة القاری ۱۴ / ۲۴۴، ط: دار الفکر)

"اور خلیفہ راشد حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن عمر، حضرت حکم اور حضرت ابن ابی لیلی ﷺ سے مروی ہے کہ حرام میں تین طلاقیں ہیں اور دینے والے کی نیت بھی نہ پوچھی جائے گی اور یہی حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔"

حضرت عبد العزیز بن أبی سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ :

قَالَ الْحَافِظُ الْعَيْنِيُّ رحمه الله تعالىٰ : وَ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ هِيَ وَاحِدَةٌ إِلَّا أَنْ يَّقُوْلَ أَرَدْتُّ ثَلَاثًا فَثَلَاثٌ الخ

(عمدۃ القاری ۱۴/۲۴۵، ط: دار الفکر)

’’فرماتے ہیں : اور حضرت عبد العزیز بن ابی سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : یہ ایک ہے البتہ اگر کہنے والا کہے کہ میری نیت (حرام کہنے سے) تین طلاقوں کی تھی تو پھر تین واقع ہوں گی۔‘‘

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ:

قَالَ الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ رحمه الله تعالىٰ : قَالَ الْحَسَنُ نِيَّتُهٗ

(البخاری ۲/۷۹۲، ط: قدیمی)

’’حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : (تو مجھ پر حرام ہے) میں کہنے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔‘‘

طرزِ استدلال:

قارئین کرام ! لفظِ ’’حرام‘‘ میں صراحۃً تین کا معنی نہیں ہے صرف احتمالِ تین ہے پھر بھی کتنے حضرات صحابہ اور تابعین وائمہ کرام ﷭ فرما رہے ہیں کہ بدوں نیت پوچھے اس لفظ سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی ، اور بعض نے تین کو نیت اور ارادہ کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ اگر نیت ہے تو تین ورنہ ایک ، بہر حال جو لفظ ، ایک ہے اور تین پر صراحۃً دلالت بھی نہیں کرتا جب اس ایک لفظ سے مجلس واحد میں تین طلاقیں واقع ہو سکتی ہیں ، تو ’’ تجھے تین طلاق‘‘ اور ’’ تجھے طلاق طلاق طلاق‘‘ کے جملوں سے مجلس واحد میں تو تین طلاقیں بطریقِ اولیٰ واقع ہوں گی کیونکہ یہ جملے صراحۃً تین کی گنتی پر دلالت کرتے ہیں۔

اهم تنبيه: قارئین کرام ! مندرجہ بالا آٹھ دلائل سے متعلق یہ بات ذہن میں رکھ

کر غور فرمائیں، کہ اب تک جو کچھ باحوالہ پیش کیا گیا ہے وہ یا تو قرآن کریم کے حوالے سے ہے یا صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے ہے اور یا بخاری کی مستند شروح یعنی فتح الباری، عمدۃ القاری اور کرمانی کے حوالے سے ہے۔

غیر مدخول بہا کو مجلسِ واحد میں تین طلاقیں دینے کا حکم

غیر مدخول بہا بیوی (یعنی جس سے نہ تو شوہر نے صحبت کی ہو اور نہ ہی صحبت کا موقع ملا ہو) کو مجلس واحد میں تین طلاق دینے کے دو طریقے ہیں ہر ایک کا حکم جدا ہے۔

(۱) شوہر کہے ''میں نے تجھے طلاق دی طلاق دی طلاق دی''، اس کا حکم یہ ہے کہ صرف ایک، پہلی طلاق واقع ہو کر بائنہ ہو جائے گی۔ آخری دو محل نہ ہونے کی وجہ سے واقع نہ ہوں گی۔

(۲) شوہر کہے ''تجھے تین طلاق'' یا ''میں نے تجھے تین طلاقیں دے دیں'' وغیرہ وغیرہ اس کا حکم یہ ہے کہ تینوں طلاقیں یکدم واقع ہو جائیں گی اور حرمتِ مغلظہ ثابت ہو جائے گی۔

تنبیہ: ان دونوں صورتوں کے وقوع اور ان کے حکم کو غیر مقلدین بھی مانتے ہیں، بطور نمونہ ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ عبداللہ روپڑی غیر مقلد کا فتوی: حافظ صاحب ایک روایت کے جوابات دیتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں: ''کیونکہ "أنت طالق ثلاثا" میں غیر موطوءَ (جس سے صحبت نہ ہوئی ہو) پر بھی تین پڑتی ہیں،'' انتہی۔

(رسالہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ضمیمہ تنظیم اہلحدیث روپڑ صفحہ ۶ بحوالہ عمدۃ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث، ص:۹۵)

اسی طرح ایک حدیث سے متعلق ''قاضی شوکانی'' پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ابو داؤد کی حدیث کا مطلب یہ ٹھیک نہیں بلکہ ابو داود کی حدیث کا مطلب یہ بیان کرنا چاہیے کہ جب ''أنت طالق ،أنت طالق ،أنت طالق'' تین دفعہ الگ الگ کہے تو غیر موطوءہ (جس سے صحبت نہ ہوئی ہو) کی بابت تین ایک ہی ہوتی ہیں کیونکہ غیر موطوءہ پہلی دفعہ أنت طالق

کہنے سے جدا ہو جاتی ہے تو اس کے بعد أنت طالق کہنا بیکار ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوی جو منتقیٰ اور ابوداود سے نقل کیا ہے (کہ غیر موطوءہ پر تین واقع ہوں گی) أنت طالق ثلاثاً پر محمول ہے یعنی جب جدا جدا أنت طالق نہ کہے بلکہ ایک ہی دفعہ "أنت طالق ثلاثا" کہہ دے تو اسی وقت خواہ غیر موطوءہ ہو اس پر تین ہی واقع ہوں گی پس اس صورت میں نسائی کا باب میں متفرق کی قید لگانا بالکل درست ہوگا"۔

(ضمیمہ/۶ بحوالہ عمدۃ الاثاث)

دونوں صورتوں کی مشترک دلیل نمبر (۱)

حدیثِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عن بْنِ طَاوُوسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله تعالیٰ عنهما قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ أَبِيْ بَكْرٍ وَّسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِيْ أَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ اَنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ. (مسلم ۱/ ۴۷۷، ط: قدیمی)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے پہلے دو سالوں میں (غیر مدخول بہا کی) تین طلاقیں (جو "تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے" کے طریقے پر دی جاتی تھیں) ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ طلاق کے معاملہ میں جلد بازی سے کام لینے لگے ہیں (یعنی اب غیر مدخول بہا کو یکدم "تجھے تین طلاق" کہہ کر طلاق دینے لگے ہیں) حالانکہ اس میں ان کے لیے ڈھیل اور آسانی تھی (یعنی پہلے طریقہ کے مطابق الگ الگ طلاق دینے کی صورت میں یہ آسانی تھی کہ ایک واقع ہو جاتی اور باقی دو محل نہ ہونے کی وجہ سے واقع نہ ہوتیں، اس وجہ سے تجدید نکاح آسانی سے کر سکتے تھے جبکہ اکٹھی تین دینے کی صورت میں تجدید نکاح کی سہولت ختم ہوگئی) اس لیے اچھی اور درست بات یہ ہے کہ ان سب کو اس پر جاری کر دیا جائے

چنانچہ انہوں نے سب ان پر جاری کر دیں"۔

طرزِ استدلال:

آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ ﷺ کی تربیت کے اثر سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شرعی طریق کے مطابق جدا جدا لفظِ طلاق استعمال کر کے طلاق دینے کا عام معمول تھا، اور غیر مدخول بہا کو جب اس طرح تین طلاقیں دی جائیں تو صرف ایک واقع ہوگی اور اس ایک سے بائنہ ہو جائے گی کیونکہ غیر مدخول بہا کی عدت نہیں ہوتی۔ اسی کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ عہدِ رسول اللہ ﷺ اور عہدِ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور ہر طرف کے نئے نئے لوگ بھی اسلام میں داخل ہونے لگے، ظاہر ہے کہ یہ حضرات پورے طور پر مسائل سے واقف نہ تھے اس وجہ سے ان سے مسائل میں کمی واقع ہو جانا کچھ بعید نہیں، دوسرے مسائل کے ساتھ ساتھ طلاق کے مسئلہ میں بھی ان سے بکثرت یہ غفلت ہونے لگی کہ بجائے علیحدہ علیحدہ طلاق دینے کے لفظ کو استعمال کرنے کے ایک ہی جملہ میں یوں طلاق دینے لگے کہ "تجھے تین طلاق"۔ چونکہ ایک ہی جملہ میں تین طلاق دینے کے حکم میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں کچھ فرق نہ تھا اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غیر مدخول بہا پر بھی تینوں کو جاری فرمایا۔ اسی کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: "لوگوں نے جلد بازی سے کام لیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان پر تینوں کو جاری فرمایا ہے"۔

ماہرینِ قرآن وحدیث رحمہم اللہ تعالیٰ کی شہادتیں:

(۱) **حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت** : عَنْ طَاوُوسٍ أَنَّ رَجُلاً يُقَالُ لَهُ أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيْرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَمَّا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ اِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَ بِهَا جَعَلُوْهَا وَاحِدَةً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ أَبِي بَكْرٍ وَّ صَدْرًا مِّنْ اَمَارَةِ عُمَرَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : بَلٰى كَانَ الرَّجُلُ اِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَ بِهَا جَعَلُوْهَا وَاحِدَةً عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ

اللّٰهِ ﷺ وَ أَبِیْ بَكْرٍ وَّ صَدْرًا مِّنْ اَمَارَةِ عُمَرَ فَلَمَّا رَأَى النَّاسَ قَدْ تَتَابَعُوْا فِيْهَا قَالَ أَجِيْزُوْهُنَّ عَلَيْهِمْ.(سنن أبی داود ۱/۲۹۹،ط:میر محمد)

"ابو الصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا : کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جب کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا بیوی (یعنی جس وہ صحبت نہ کر چکا ہو) کو تین طلاقیں دیتا تو ان تین کو ایک قرار دیتے، آپ ﷺ کے زمانے میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں؟ (یعنی ان ادوار میں تین کو ایک سمجھا جاتا تھا)، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (جواب میں) فرمایا : کیوں نہیں، جب ایک شخص اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں دیتا تو ان کو ایک قرار دیتے، آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پورے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانے میں، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں نے اس میں غلو اور کثرت اختیار کی ہے (یعنی تینوں ایک ہی جملہ سے "تجھے تین طلاق" کہہ کر دیتے ہیں تو) فرمایا کہ تینوں ان پر جاری اور واقع کر دو۔"

توثیق : سنن ابی داود کی اس روایت کے سارے راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عمدۃ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث ۹۳۔۹۴)

اعتراض نمبر (۱) :

اس کی سند میں "عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ" آیا ہے اور غیر واحد کا پتہ نہیں کون ہیں؟ لہٰذا اس کے یہ رُوات مجہول ہیں جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب: اس کا جواب خود غیر مقلد حافظ محمد عبداللہ روپڑی نے دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: (اس روایت کے رُوات کو جس نے مجہول کہا ہے) یہ ان کی غلطی ہے، فتح الباری ۹/۴۵۴، ط: قدیمی میں اس حدیث کی بابت لکھا ہے ابوداود نے اس روایت کی تخریج کی ہے لیکن ابراہیم بن میسرہ وغیرہ کا نام نہیں لیا بلکہ اس کے عوض غیر واحد کہہ دیا ہے، الخ۔

(ضمیمہ/۳، بحوالہ عمدۃ الاثاث، ص:۹۳)

قارئینِ کرام! حافظ روپڑی صاحب اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر واحد بالکل مجہول نہیں، ان میں ایک کا نام ''ابراہیم بن میسرہ'' ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ ''ابراہیم بن میسرہ'' ثقہ اور معتبر ہیں۔

(تہذیب التہذیب، ۱/۱۷۳، ط: دارالمعرفہ)

اعتراض نمبر (۲):

سنن ابی داود (۱/۲۹۹، ط: میر محمد) پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے:

''عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله تعالیٰ عنهما اِذَا قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلاثاً بِفَمٍ وَّاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ''.

یعنی جب کوئی ایک منہ (اور جملہ) سے کہہ دے کہ تجھے تین طلاق تو یہ تین ایک ہوں گی' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے ساتھ مندرجہ بالا قول کا تعارض ہے لہٰذا حجت تام نہیں۔

جواب: تعارض نہیں، کیونکہ یہ عکرمہ تابعی کا قول ہے نہ کہ ابن عباس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا.... لہٰذا حجت تام ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَ رَوَاهُ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عِكْرَمَةَ هٰذَا قَوْلُهُ لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّ جَعَلَهُ قَوْلَ عِكْرِمَةَ قال ابو داود: وَ صَارَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْمَا حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ.**

(سنن أبی داود ۱/۱۹۹، ط: میر محمد)

اسمٰعیل بن ابراہیم نے عن ایوب عن عکرمہ روایت کی ہے کہ یہ عکرمہ کا قول ہے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر نہیں فرمایا، اور اِس کو عکرمہ کا قول قرار دیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول اُس کو قرار دیا ہے جو احمد بن صالح اور محمد ابن صالح نے نقل کیا ہے (جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر مدخول بہا کو ایک مجلس میں ایک ہی جملہ سے تین طلاقیں اگر دی جائیں تو تینوں واقع ہوں گی)۔

(۴) **حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہادت :** امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "طَلَاقُ الثَّلٰثِ الْمُتَفَرِّقَةِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِالزَّوْجَةِ" (یعنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں الگ الگ، جدا جدا دینے) کا باب، قائم کرکے اس کے نیچے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کا صرف وہ حصہ ذکر فرمایا ہے جس میں ابو الصہباء نے آپ ﷺ کے زمانہ سے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ تک تین طلاقوں کو ایک قرار دینے سے متعلق سوال کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے ہاں کہہ کر جواب دیا۔ (نسائی ۲/۱۰۰، ط: قدیمی)

قارئین کرام ! حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس صنیع اور عمل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک شروع کے ادوار کی تین کو ایک قرار دینے کی صورت یہ ہے کہ شوہر غیر مدخول بہا بیوی سے مثلاً کہے، تجھے طلاق، طلاق، طلاق، ایسی صورت میں صرف پہلی طلاق سے وہ بائنہ ہو جائے گی اور باقی دو کے لیے محل نہ رہے گا، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اجماعی فیصلے کا محمل بھی یہی ہے کہ شوہر غیر مدخول بہا بیوی سے مثلاً یوں کہے "تجھے تین طلاق" ایسی صورت میں تینوں بیک وقت واقع ہو جائیں گی اور یہ عورت ان تینوں کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی۔

دلیل نمبر (۲) : فتویٰ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله تعالیٰ عنهما قَالَ : اِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَ بِهَا لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ وَ لَوْ قَالَهَا تَتْرٰى بَانَتْ بِالْأُوْلٰى. (مصنف ابن أبی شیبه ۴/ ۲۱، ط: طیب اکیڈمی)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں : جب مرد اپنی بیوی کو ہمبستری سے پہلے (اکٹھی) تین طلاقیں دے دے تو یہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرلے، اور اگر جدا جدا کہا (یعنی یوں کہا : تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے) تو پہلی طلاق سے جدا اور بائنہ ہو جائے گی۔"

دلیل نمبر (۳،۴،۵)

خلیفۂ راشد حضرت علی، حضرت ابنِ مسعود اور حضرت زید بن ثابت ﷺ کا فیصلہ

عَنِ الْحَكَمِ أَنَّ عَلِيًّا وَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ ﷺ قَالُوْا : اِذَا طَلَّقَ الْبِكْرَ ثَلَاثاً فَجَمَعَهَا لَمْ تَحِلَّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ، فَاِنْ فَرَّقَهَا بَانَتْ بِالْأُوْلٰى وَلَمْ تَكُنِ الْأُخْرَيَيْنِ (اَلْقِيَاسُ الْأُخْرَيَانِ ، لِأَنَّهٗ اسْمُ كَانَ) شَيْئًا.

(مصنف عبد الرزاق ۶/۳۳۶،ط:ادارۃ القرآن)

''حکم سے روایت ہے کہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص باکرہ (غیر مدخول بہا) کو تین طلاقیں دے دے پھر ان کو جمع کر دے (یعنی ایک ہی مجلس میں اکٹھی تینوں، مثلاً اس طرح دے کہ تجھے تین طلاق، تو تینوں واقع ہوجائیں گی اور) یہ عورت اس شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے شخص سے نکاح کرے (اور وہ ہمبستری بھی کرے تو حلال ہوجائے گی) اور اگر اس نے جدا جدا تین طلاقیں دیں (یعنی ایک ہی مجلس میں مثلا یوں تین طلاقیں دیں ''تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے) تو پہلی طلاق سے وہ جدا اور بائنہ ہوجائے گی اور آخری دو کچھ بھی نہ ہوں گی (یعنی واقع نہ ہوں گی)''۔

دلیل نمبر(۶): حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی

عَنْ أَبِيْ مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ الْبِكْرَ ثَلَاثاً جَمِيْعًا وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا قَالَ لَاتَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ (قَالَ) أَنْتِ طَالِقٌ،أَنْتِ طَالِقٌ،أَنْتِ طَالِقٌ ، فَقَدْ بَانَتْ بِالْأُوْلٰى وَيَخْطُبُهَا.

(مصنف عبدالرزاق ۶/ ۳۳۶،ط:ادارۃ القرآن)

''حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے متعلق فرمایا جس نے اپنی باکرہ

غیر مدخول بہا بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی ہوں کہ یہ عورت اب اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے سے نکاح کرلے (اور وہ ہمبستری بھی کرے تو حلال ہو جائے گی) اور اگر اس شخص نے (اس باکرہ غیر مدخول بہا سے کہا) تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو (پہلی طلاق واقع ہو کر) اس سے جدا اور بائنہ ہو جائے گی اور (اگر چاہے تو) اسے پیغام نکاح دے سکتا ہے۔"

تعاملِ خیر القرون

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.

(البخاری ومسلم ،المشکوۃ،ص:۵۵۳،ط:قدیمی)

"حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں پھر وہ جو ان کے قریب ہیں" (یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ﷺ میری پوری امت کے بہترین لوگ ہیں، جنہوں نے اپنی پوری زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھال کر گزاری ہے لہٰذا ان حضرات کا ہر عمل اور فتویٰ قرآن وسنت کی بہترین شرح اور تفصیل ہے اور امت کے لیے راہِ ہدایت ہے)۔

جنابِ من ! ہم نہایت اختصار کے ساتھ خیر القرون کا جائزہ لیتے ہیں کہ ان پاکیزہ زمانوں میں ایک مجلس کی تین طلاقیں تین سمجھی جاتی تھیں یا ایک؟ حضرات صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ﷺ سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا ہے یا نہیں؟ اور ان حضرات نے جو جواب اور فتوی دیا ہے وہ کیا ہے؟

برادرِ محترم !ان ادوارِ خیر کا جائزہ لینے کے بعد ہم انتہائی وثوق اور اعتماد سے یہ عرض کرتے ہیں کہ درجنوں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ﷺ سے ایک دو نہیں بلکہ متعدد بار مختلف افراد نے یہ مسئلہ پوچھا ہے اور ان حضرات نے ہر ایک کو یہی جواب دیا ہے کہ تین سے تین

ہی واقع ہوگئیں، ان میں سے بعض سوالات وفتاوی ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فتوی:

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ : كَانَ عُمَرُ اِذَا أَتٰی بِرَجُلٍ قَدْ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ ثَلاثاً فِیْ مَجْلِسٍ أَوْجَعَهٗ ضَرْبًا وَّ فَرَّقَ بَیْنَهُمَا.

(مصنف ابن أبی شیبة ۴/ ۱۱، ط: طیب اکیڈمی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ایسا آدمی لایا جاتا جس نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ رضی اللہ عنہ اس شخص کو پیٹتے اور دونوں میاں بیوی کو الگ الگ کردیتے۔''

(۲) خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فتوی:

عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ یَحْیٰی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عُثْمَانَ فَقَالَ :اِنِّیْ طَلَّقْتُ امْرَأَتِیْ مِائَةً ،قَالَ :ثَلاثٌ تُحَرِّمُهَا عَلَیْکَ وَ سَبْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ عُدْوَانٌ.

(مصنف ابن أبی شیبة ۴/ ۱۳، ط: طیب اکیڈمی)

''حضرت معاویہ بن یحیی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : تین نے اس کو حرام کردیا باقی ستانوے عدوان (وبال) ہیں۔''

(۳) خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتوی:

عَنْ حَبِیْبٍ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیٍّ فَقَالَ اِنِّیْ طَلَّقْتُ امْرَأَتِیْ اَلْفاً قَالَ بَانَتْ مِنْکَ بِثَلاثٍ وَّ اقْسِمْ سَائِرَهَا بَیْنَ نِسَائِکَ.

(مصنف ابن أبی شیبة ۴/ ۱۲، ط: طیب اکیڈمی)

''حضرت حبیب سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : تین طلاقوں سے وہ تجھ سے جدا ہوگئی

باقی طلاقیں دوسری بیویوں پر تقسیم کرلے۔‘‘

(٤) مبشّر بالجنة صاحب نعل رسول الله ﷺ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ :جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ :اِنِّیْ طَلَّقْتُ امْرَأَتِیْ تِسْعَةً وَّ تِسْعِیْنَ وَ اِنِّیْ سَئَلْتُ فَقِیْلَ لِیْ قَدْ بَانَتْ مِنِّیْ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ :لَقَدْ أَحَبُّوْا أَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَکَ وَ بَیْنَهَا قَالَ :فَمَا تَقُوْلُ رَحِمَکَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَظَنَّ أَنَّهٗ سَیُرَخِّصُ لَهٗ فَقَالَ :ثَلٰثٌ تَبِیْنُهَا مِنْکَ وَ سَائِرُهَا عَدَوَانٌ.(مصنف عبد الرزاق ۳۹۵/۶، ط:ادارة القرآن وفی ابن أبی شیبة ۱۲/۴، ط:طیب اکیڈمی)

’’ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ننانوے طلاقیں دی ہیں اور میں نے (یہ مسئلہ دوسرے مفتی حضرات سے) پوچھا ہے تو (سب مفتی حضرات کی طرف سے) مجھ سے یہ کہا گیا کہ وہ مجھ سے جدا ہوگئی (یعنی تین واقع ہوکر حرام ہوگئی ہے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے اچھا کیا کہ تم میاں بیوی میں انہوں نے تفریق کردی۔ اس شخص نے کہا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) کیا فرماتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے...اس شخص کا خیال یہ تھا کہ آپ مجھے رخصت دیں گے (یعنی حرام کا فتویٰ نہ دیں گے لیکن) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیوی تو تین سے ہی حرام ہوگئی اور باقی ساری گناہ ہی گناہ رہیں۔‘‘

(۵) حضرت ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما کا فتویٰ:

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ : جَاءَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَجُلٌ فَقَالَ : طَلَّقْتُ امْرَأَتِیْ اَلْفاً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :ثَلَاثٌ تَحْرُمُهَا عَلَیْکَ وَ بَقِیَّتُهَا عَلَیْکَ وِزْرًا اتَّخَذْتَ آیَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا.(مصنف عبدالرزاق ۳۹۷/۶، ط:ادارة القرآن)

’’حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو (ایک ہی مجلس میں ایک ہی دفعہ میں) ایک ہزار طلاقیں دیں، سو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا : تین طلاقوں کی وجہ سے آپ کی

بیوی آپ پر حرام ہو کر جدا ہوگئی اور باقی کا گناہ آپ کے ذمہ آخرت کا بوجھ رہے گا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے مذاق کیا ہے۔''

(۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوی:

عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاثاً طُلِّقَتْ وَ عَصٰی رَبَّهُ.

(مصنف عبد الرزاق ۶/۳۹۵، ط: ادارة القرآن)

''سالم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس نے اپنی بیوی کو (ایک ہی مجلس میں ایک ہی دفعہ میں) تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع ہوگئیں اور اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی کی۔''

(۷) حضرت مغیرة بن شعبه رضی اللہ عنہ کا فتوی:

عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ مِائَةً فَقَالَ: ثَلٰثٌ تَحْرُمُهَا عَلَيْهِ وَ سَبْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ فَضْلٌ.

(مصنف ابن أبی شیبة ۴/۱۳، ط: طیب اکیڈمی)

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، فرمایا تین سے وہ حرام ہوگئی باقی ۹۷ زائد ہیں''۔

(۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوی:

اِحْتَجَّ الشَّافِعِيُّ رحمه الله تعالیٰ فِيْ ذٰلِكَ اَيْضاً بِمَا رَوَاهُ بِاِسْنَادِهٖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہم فِيْمَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاثاً قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَ بِهَا لا يَنْكِحُهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

(السنن الکبری للبیهقی ۷/۳۳۰، ط: اداره تالیفات اشرفیه)

''حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے اس شخص (سے فرمایا) جس نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں (اکٹھی) دی تھیں، کہ اس کے لیے اس سے دوبارہ نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ

کسی دوسرے سے نکاح نہ کرلے“۔

(۹) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا فتویٰ :

عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ فِی الَّذِیْ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَ بِهَا فَقَالَ لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

(ابن أبی شيبة ۱۸/۴، ط: طیب اکیڈمی)

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق مروی ہے جو اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو (ایک ہی مجلس میں اکٹھی تین) طلاقیں دیتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے لیے حلال نہیں جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرلے۔“

(۱۰) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فتویٰ:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سُئِلَتْ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَ بِهَا فَقَالَتْ : لَاتَحِلُّ لَهُ حَتّٰى يَطَأَهَا زَوْجُهَا.

(ابن أبی شيبة ۴/ ۱۹، ط: طیب اکیڈمی)

”حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں (اکٹھی) دیں تو فرمایا کہ اس کے لیے اب حلال نہیں جب تک دوسرا شوہر (اس سے نکاح کرکے) ہمبستری نہ کرے۔“

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ ابْنِ مُغَفَّلٍ رضی اللہ عنہ فِیْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَ بِهَا قَالَ :لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (ابن أبی شيبة ۱۹/۴، ط: طیب اکیڈمی)

”حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں (پوچھا گیا) جس نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو (اکٹھی تین) طلاقیں دی تھیں، فرمایا کہ جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے اس پہلے کے لیے حلال نہیں۔“

(۱۲) حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی:

عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ شُرَیْحٍ قَالَ رَجُلٌ اِنِّیْ طَلَّقْتُهَا مِائَةً قَالَ بَانَتْ مِنْکَ بِثَلاثٍ وَّ سَائِرُهُنَّ اِسْرَافٌ وَّ مَعْصِیَةٌ. (ابن أبی شیبة ۱۳/۴،ط:طیب اکیڈمی)

''قاضی شریح رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی شخص نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں، آپ نے فرمایا کہ وہ تین طلاقوں کی وجہ سے آپ سے جدا اور بائنہ ہوگئی اور باقی ساری (۹۷) طلاقیں اسراف اور گناہ ہیں۔''

(۱۳) حضرت امام زھری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی:

عَنِ الزُّهْرِیِّ فِیْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ ثَلٰثًا جَمِیْعًا قَالَ :اِنَّ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ عَصٰی رَبَّهٗ وَ بَانَتْ مِنْهُ امْرَأَتُهٗ .(ابن أبی شیبة ۱۱/۴،ط:طیب اکیڈمی)

''حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں، تو فرمایا کہ جس نے اس طرح کیا اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے جدا اور بائنہ ہوگئی۔''

(۱۴) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی:

عَنِ الْفَضْلِ بْنِ دُلْهُمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ :جَاءَ رَجُلٌ اِلَی الْحَسَنِ فَقَالَ: اِنِّیْ طَلَّقْتُ امْرَأَتِیْ اَلْفاً قَالَ : بَانَتْ مِنْکَ الْعَجُوْزُ.(ابن أبی شیبة ۱۳/۴،ط:طیب اکیڈمی)

''حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں (اکٹھی) دے دیں، آپ نے فرمایا :بڑھیا آپ سے جدا اور بائنہ ہوگئی۔''

(۱۵) حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِی السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِیِّ فِیْ رَجُلٍ أَرَادَ أَنْ تَبِیْنَ مِنْهُ امْرَأَتُهٗ قَالَ : یُطَلِّقُهَا ثَلاثاً.(ابن أبی شیبة ۱۱/۴،ط:طیب اکیڈمی)

''حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو یہ ارادہ رکھتا

ہو کہ اس کی بیوی اس سے جدا اور بائنہ ہو جائے (تو) آپ نے فرمایا کہ وہ شخص (ایک ہی مجلس میں اکٹھی) تین طلاقیں دے دے۔"

(۱۶)حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی:

عَنْ قَتَادَةَ عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ : اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ ثَلاثًا فَلاتَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ. (مصنف عبد الرزاق ۶/۳۳۲، ط:ادارة القرآن)

"حضرت ابن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب آدمی غیر مدخول بہا باکرہ بیوی کو (اکٹھی) تین طلاقیں دے دے تو پھر وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور سے نکاح کر لے۔"

(۱۹،۱۸،۱۷) حضرت عبداللہ، حضرت مصعب اور حضرت ابو مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے فتاوی:

عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عِقَالٍ قَالَ : سَأَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ شَدَّادٍ وَّ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ وَّ أَبَا مَالِكٍ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ ثَلاثًا وَّ هِيَ حُبْلٰى فَقَالُوْا : لا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ. (عبدالرزاق ۶/۳۰۵، ط:ادارة القرآن)

"ابن عقال فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ، مصعب اور ابو مالک رحمہم اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں (اکٹھی ایک ہی مجلس میں) دی تھیں، ان سب حضرات نے فرمایا کہ جب تک یہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے اس پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں۔"

(۲۰) حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی :

عَنْ هِشَامٍ قَالَ : سُئِلَ مُحَمَّدٌ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهٗ ثَلاثًا فِيْ مَقْعَدٍ وَّاحِدٍ قَالَ : لا أَعْلَمُ بِذٰلِكَ بَأْساً ، قَدْ طَلَّقَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ امْرَأَتَهٗ ثَلاثًا فَلَمْ يُعَبْ عَلَيْهِ ذٰلِكَ. (ابن أبی شیبه ۴/۱۱، ط:طیب اکیڈمی)

"ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ

سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا ہے(تو) فرمایا : اس میں کوئی حرج نہیں (یعنی تینوں واقع ہوجائیں گی)۔عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں (ایک مجلس میں) دی تھیں اور ان پر اس کی وجہ سے کوئی عیب نہ لگایا گیا (معلوم ہوا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں بھی تین ہی ہوتی ہیں)۔

(۲۱)حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی :

قَالَ الشَّافِعِيُّ رحمہ اللہ تعالیٰ : فَالْقُرْآنُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ مَنْ طَلَّقَ زَوْجَةً لَّهُ دَخَلَ بِهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا ثَلَاثًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ.

(السنن الکبری للبیھقی ۷/۳۳۴، ط:ادارہ تالیفات اشرفیہ)

''حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ قرآن کریم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو (اکٹھی) تین طلاقیں دے دیں (چاہے) اس کی یہ بیوی مدخول بہا ہو (جس سے وہ ہمبستری کر چکا ہو) یا غیر مدخول بہا ہو (جس سے اس نے ہمبستری نہ کی ہو) وہ عورت اس شخص کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے (کیونکہ ان دونوں قسموں پر ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں)۔''

غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات

قارئینِ کرام ! سچ تو یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ان کے پاس کوئی بھی ایسی دلیل نہیں جو صحیح، صریح، غیر معارض بھی ہو اور ان کا پورا دعوی بھی اس سے ثابت ہوتا ہو لیکن پھر بھی مشہور مقولہ ''کہ مولوی آں باشد کہ چپ نشود'' (مولوی وہ ہوتا ہے جو خاموش نہ ہوتا ہو بولتا رہے خواہ حق بولے یا باطل، صحیح بولے یا غلط) کے مطابق انہوں نے بھی دلائل کے نام سے کچھ امور چن لیے ہیں جن کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ان میں سے بعض اہم دلائل کے جوابات پیش خدمت ہیں......

دلیل نمبر(۱) : حدیثِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی ہوتی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے اپنے معاملے میں جلد بازی سے کام لیا ہے حالانکہ ان کو سوچنے اور سمجھنے کا وقت حاصل تھا، ہم کیوں نہ ان کو ان پر نافذ کر دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر تین ہی نافذ کر دیں۔ (مسلم ۱/ ۴۷۷، ط: قدیمی)

جوابات :

جواب نمبر (۱) : یہ روایت غیر مدخول بہا کی طلاق سے متعلق ہے، یعنی پہلے لوگ غیر مدخول بہا بیوی کو "أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق" کے طریقے سے تین طلاق دیتے اور ایسی صورت میں صرف ایک پہلی واقع ہو کر عورت شوہر سے جدا اور بائنہ ہو جاتی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے "أنت طالق ثلاثا" کے طریقہ پر ایک ہی لفظ میں تینوں ملا کر دینا شروع کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لفظ میں اکٹھی تین طلاقوں کو تین ہی واقع کر دیا اور یہی فتوی قاعدے کے مطابق بھی ہے۔ اس جواب کی مدلل تفصیل ماسبق میں گزر چکی ہے۔

جواب نمبر (۲) : غیر مقلدین کے جدِّ اعلیٰ جناب علامہ ابن حزم اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں : **فَلَیْسَ شَیْءٌ مِّنْهُ أَنَّهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَهَا وَاحِدَةً أَوْ رَدَّهَا اِلَی الْوَاحِدَةِ وَلَا أَنَّهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلِمَ بِذٰلِکَ فَأَقَرَّهُ وَلَا حُجَّةَ اِلَّا فِیْمَا صَحَّ أَنَّهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَهُ أَوْ فَعَلَهُ أَوْ عَلِمَهُ فَلَمْ یُنْکِرْهُ**، اھ۔ (المحلی ۹/ ۳۹۱، ط: دار الکتب العلمیة)

"علامہ ابن حزم فرماتے ہیں : اس حدیث میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہو کہ آپ ﷺ نے تین طلاقوں کو ایک کیا تھا یا ان کو ایک کی طرف لوٹایا تھا اور نہ اس میں یہ چیز

موجود ہے کہ آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا اور آپ ﷺ نے اس کو برقرار رکھا، اور حجت تو صرف اس چیز میں ہے جو آپ ﷺ نے فرمائی ہو یا کوئی کام کیا ہو یا آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا ہو اور پھر بھی اس پر نکیر نہ فرمائی ہو۔"

جواب نمبر(۳) : غیر مقلد عالم مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مسلم والی حدیث کا ظاہر اگر چہ اسی کو چاہتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہوں لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ اس کے خلاف ہے وہ تین کو تین ہی کہتے ہیں جیسے "ابوداود ۲۹۹ ج ۱، اور منتقی ۷۲۳" وغیرہ میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ اس کے خلاف ہونا قوی شبہ ڈالتا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر نہیں، شاید اس سے غیر موطوءۃ (جس سے ہمبستری نہیں ہوئی) مراد ہو جس کو یوں طلاق دی گئی ہو، اَنتِ طالق اَنتِ طالق اَنتِ طالق ...(رسالہ ایک مجلس کی تین طلاقیں، ضمیمہ تنظیم اہلحدیث روپڑ ۳/۳، بحوالہ عمدۃ الاثاث، ص:۹۲)

جواب نمبر(٤) : اس حدیث میں صراحۃً مجلس واحد کی قید بھی نہیں جبکہ مستدِل اور خصم (غیر مقلدین) اس حکم کو مجلس واحد کے ساتھ مقید کرتے ہیں کیونکہ متعدد مجالس کا حکم ان کے ہاں کچھ اور ہے۔

غیر مقلدوں سے ایک سوال :

تین مختلف جگہوں میں تین مجلسیں قائم تھیں، مثلاً ایک اپنے گھر میں، ایک سسرال میں اور ایک کسی دوست کے گھر، شوہر نے ان میں سے ہر ایک مجلس میں جا کر ایک مرتبہ یہ کہا کہ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتا ہوں یا دے چکا ہوں یا ایک مجلس صبح، ایک ظہر اور ایک عصر کے بعد قائم ہوئی، شوہر صاحب نے ہر ایک مجلس میں جا کر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔

پوچھنا یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں کا حکم کیا ہے ؟ یعنی ایک طلاق واقع ہوگی یا تین؟ وحدتِ مجلس سے کیا مراد ہے؟

اشکال : کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم سیاسی نہ تھا؟

جــــواب: جی نہیں! حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو (کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں) کو عقوبت اور سیاست پر جو محمول کیا گیا ہے، اس کا جواب خود مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے دیا ہے۔

مولانا سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں: ''حضرت عمرؓ کی نسبت یہ تصور دلانا کہ انہوں نے معاذ اللہ آنحضرت ﷺ کی سنت کو بدل ڈالا بہت بڑی جرأت ہے۔ واللہ اس عبارت کو نقل کرتے وقت ہمارا دل دہل گیا اور حیرانی ہوگئی کہ ایک شخص جو خود مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھا وہ خلیفۂ رسول اللہ ﷺ کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ سنت کے بدلنے میں اس قدر جری تھا۔ استغفر اللہ استغفر اللہ... اس حکم کے سیاسی سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے اور پیچ در پیچ غلطیوں کے سلسلے میں پڑ گئے ہیں۔ یہ کہنا کہ خلیفہ کے بعد اس کے بحال رہنے یا نہ رہنے میں اختلاف ہوا، سراسر غلط اور ایجادِ بندہ ہے۔ محدثین کی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ وہ اسے سیاسی حکم کہتے تھے بالکل غلط ہے اور یہ ایجادِ بندہ ہے''...... آگے لکھتے ہیں: ''جو گروہ اس حکم میں حضرت عمرؓ کی موافقت کرتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ حضرت عمرؓ کا یہ حکم محض سیاسی تھا اور نہ یہ کہتا ہے کہ وہ سیاسی حکم اب بھی بحال رہنا چاہیے بلکہ وہ تو اسے اس لیے مانتا ہے کہ اس کے نزدیک حضرت عمرؓ کا یہ حکم قرآن و حدیث سے مأخوذ ہے''..... مزید آگے لکھتے ہیں: ''جناب نے جو یہ فرمایا کہ محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں، اس جگہ محدثین سے اگر ہم جمیع محدثین لیں جو بجا ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد اور ان کے مثل دیگر ائمہ حدیث رحمہم اللہ تعالیٰ جن کے اسماء گرامی لکھنے میں خوفِ طوالت ہے محدثین کی فہرست میں شامل ہیں یا نہیں؟ اگر شامل ہیں تو یہ بات کلیۃً تو درست نہ ہوئی کہ محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں کیونکہ سب ائمہ مذکورین صورتِ زیرِ سوال میں تین طلاق واقع ہونے کے قائل ہیں، اور وہ اس کے دلائلِ شرعیہ بیان کرتے ہیں، کیا جناب مہربانی فرما کر ان بزرگانِ دین کی تصریحات بتانے کی تکلیف گوارہ کریں گے جہاں انہوں نے اس حکمِ فاروقی کو محض ایک سیاسی حکم قرار دیا ہو اور مذہبی نہ سمجھا

ہواور پھر اسے بحال رکھا ہو۔ ہمیں بار بار اپنے قصورِ علم کا اعتراف کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں ایسی کوئی تحریر نہ ملی جس میں یہ مذکور ہو کہ ائمہ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم کو محض ایک سیاسی حکم سمجھا اور اگر لفظ محدثین سے جناب کی مراد بعض محدثین ہوں تو اس صورت میں ہم گزارش کریں گے کہ جناب اس کے حوالہ کی بھی تکلیف گوارہ کر کے اور ہم پر احسان کر کے ثوابِ دارین حاصل کریں کہ وہ کون سے محدثین ہیں جنہوں نے آپ کی طرح اسے سیاسی مداخلت فی الدین سمجھا ہو گو بقول آپ کے جائز مداخلت ہو اور اگر محدثین سے آپ کی اپنی ذات گرامی اور اس زمانے کے دیگر علماء اہلحدیث مراد ہیں تو بے ادبی معاف ! مجھے آپ کو اور ان کو محدثین کہنے میں تأمل ہے، دورۂ حدیث میں صحاح ستہ کی سطروں پر سے نظر گذار دینے سے محدث نہیں بن سکتے۔ آخر میں ہم پھر دہراتے ہیں کہ متقدمین میں سے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موطأ پھر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الأم پھر متأخرین میں سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ازالۃ الخفاء ملاحظہ فرمائیے جن کے بعد اس وقت تک ہندوستان میں تو ایسا شخص پیدا نہیں ہوا کہ اس کو امام کہہ سکیں اور دوسرے ممالک کا حال خدا جانے۔ ان سب کتب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت دلائل شرعیہ سے کی گئی ہے'' ۔انتہی

(اخبار اہلحدیث ۱۵ ر نومبر ۱۹۲۹ء، بحوالہ ازہار مربوعہ بحوالہ عمدۃ الاثاث،ص:۹۷۔۹۸)

سوال: کیا آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک مجلس کی تین کو ایک بنانے کے فیصلے کرتے تھے؟ کیا یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: جی نہیں ! مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی صاحب فرماتے ہیں :''(ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت جو صحیح مسلم میں ہے) اس (سے) استدلال میں بچند وجوہ کلام ہے۔ اول یہ کہ اس میں مجلس واحد کا ذکر ہی نہیں عام اس سے کہ مجلس ایک ہو یا تین بلکہ اطہارِ ثلاثہ ہوں یا نہ اور جس روایتِ مسندِ احمد میں مجلس واحد کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں اس کی سند بروایتِ عکرمہ عن عمران بن حصین ہے (اصل روایت میں

داود بن حصین ہے) جس کو محدثین حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایسی روایت خصوصاً صحیح نہیں ہوتی۔ ملاحظہ ہوتقریب التہذیب وغیرہ)......سوم یہ کہ اس میں یہ تفصیل نہیں کہ یہ تین طلاق والے مقدمات رسول اللہ ﷺ اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے پیش ہوکر فیصلہ ہوتا تھا اور یہ کسی روایت میں نہیں ہے۔ **واذ لیس فلیس. چہارم** یہ کہ حدیث صحیح مسلم کی صحیح ہے جیسے دوسری حدیث صحیح مسلم کی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔

"قَالَ عَطَاءٌ قَدِمَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ مُعْتَمِرًا فَجِئْنَاهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَسَأَلَهُ الْقَوْمُ عَنْ أَشْيَاءٍ ثُمَّ ذَكَرُوْا الْمُتْعَةَ فَقَالَ : نَعَمْ اِسْتَمْتَعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ اِنْتَهٰى وَ فِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى بَعْدَهٗ ثُمَّ نَهَانَا عَنْهُمَا عُمَرُ فَلَمْ نَعُدْ لَهُمَا(ای متعة النساء ومتعة الحج). (صحیح مسلم ۱/۴۵۱، ط: قدیمی)

"یعنی لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے "متعۃ النساء" کے بارے میں بھی پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ ہم آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں (شیعوں کی طرح) متعہ کیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا اور پھر ہم اس سے رک گئے۔" پس جو جواب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی "متعۃ النساء" کے جواز وعدم کا ہے وہی (جواب) حدیث ابن عباس کا ہے، اگر یہ (تین طلاقوں کا ایک بنانا) جائز ہے تو پھر "متعۃ النساء" بھی جائز ہے **"ولا یقول به المحدثون"** (اور محدثین علیہم الرحمۃ اس متعۃ النساء کے جواز کا قول نہیں کرتے)۔ (فتاوی ثنائیہ ۲/۴۳ تا ۴۶)

اشکال: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ندامت ہوئی تھی؟

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین کو تین قرار دینے کے فیصلے پر نادم ہوئے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں : **مَا نَدِمْتُ عَلٰى شَيْءٍ نَدَامَتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ أَنْ لَا أَكُوْنَ حَرَّمْتُ الطَّلَاقَ الخ** (اغاثۃ اللھفان ۱/۳۳۶ بحوالہ عمدۃ الاثاث، ص: ۱۰۵) (کہ میں ان تین چیزوں کے علاوہ کسی اور شیء پر اتنا نادم نہیں ہوا جتنا ان تین باتوں پر نادم ہوا ہوں، ایک یہ کہ

میں نہیں چاہتا کہ کسی کی طلاق کو حرام بنادوں...)

جواب: یہ سب قصہ نری رام کہانی ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں "**خالد بن یزید بن أبی مالک**" راوی ہے اگرچہ بعض محدثین نے ان کی توثیق کی ہے لیکن جمہور محدثین اس کی تضعیف کرتے ہیں۔امام یحیی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "وہ **لیس بشیء** یعنی محض ہیچ ہے"۔حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وہ ثقہ نہیں"۔اور امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وہ ضعیف ہے"۔حضرت امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک روایت میں ان کو "ضعیف" کہا اور دوسری میں "متروک الحدیث" فرمایا۔امام یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وہ ضعیف ہے"۔محدث ابن جارود، امام ساجی اور حافظ عقیلی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے۔ (**ملخصاً از تہذیب التہذیب** ۲/۸۱،۸۰، ط: دار المعرفۃ)

دلیل نمبر(۲) :حدیثِ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے رکانہ! تم رجوع کرلو...انہوں کے کہا کہ میں نے تو بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں، تم رجوع کرلو۔(ابوداود ۳۰۰، ط: میر محمد)

جوابات: اس کے دو جواب ہیں۔

جواب نمبر(۱) :اس روایت کی سند میں بعض بنی اُبی رافع موجود ہیں جو کہ مجہول ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**وَ أَمَّا الرِّوَايَةُ الَّتِيْ رَوَاهَا الْمُخَالِفُوْنَ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ ثَلَاثاً فَجَعَلَهَا وَاحِدَةً فَرِوَايَةٌ ضَعِيْفَةٌ عَنْ قَوْمٍ مَّجْهُوْلِيْنَ .**

(**شرح النووی علی صحیح مسلم** ۱/۴۷۸، ط: قدیمی)

"حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں آتا ہے کہ انہوں نے تین طلاقیں دی تھیں وہ حدیث ضعیف ہے جو کہ مجہول قوم سے مروی ہے۔"

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ بعض بنی أبی رافع مجہول ہیں اور مجہول سند سے حجت قائم نہیں ہوسکتی: **قَالَ أَبُوْ مُحَمَّدٍ :... وَهٰذَا لَا يَصِحُّ ، لِأَنَّهٗ عَنْ غَيْرِ مُسَمًّى مِنْ بَنِىْ أَبِىْ رَافِعٍ وَّلَا حُجَّةَ فِىْ مَجْهُوْلٍ.** (المحلی ۹/ ۳۹۱،ط:دار الکتب العلمیة)

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مستدرک میں بعض بنی أبی رافع کی تعیین بھی آئی ہے کہ وہ محمد بن عبیداللہ بن أبی رافع تھے: **قَالَ الْعَلَّامَةُ السَّهَارَنْفُوْرِیّ رحمه الله تعالیٰ : فَالَّذِیْ عِنْدِیْ أَنَّ مَا وَقَعَ مُبْهَمًا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِىْ رَافِعٍ كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ سَنَدُ الْحَاكِمِ والذهبی فی تلخیصه.**

(بذل المجهود ۳/۲۷۷،ط:معهد الخلیل)

لیکن یہ محمد بن عبیداللہ نہایت ہی ضعیف اور کمزور راوی ہیں۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو منکر الحدیث، امام ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ لیس بشیء اور امام ابوحاتم رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو **ضعیف الحدیث** اور **منکر الحدیث جداً** کہتے ہیں۔امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: محدثین اس کی تضعیف کرتے ہیں کہ نہایت ہی ضعیف اور کمزور راوی ہے۔

(المیزان ۳/ ۶۰۷،ط:دارالفکر، تہذیب التہذیب ۵/۱۹۲،ط:دارالمعرفۃ)

جواب نمبر(۲) : حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت میں بجائے تین طلاق کے ’’بتہ‘‘ کا لفظ ہے، جس میں ایک کا بھی احتمال ہے اور تین کا بھی۔

امام ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : **حَدِيْثُ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ وَّ عَبْدِاللّٰهِ .....اَصَحُّ لِأَنَّهُمْ وَلَدُ الرَّجُلِ وَ أَهْلُهٗ أَعْلَمُ بِهٖ أَنَّ رُكَانَةَ إِنَّمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ فَجَعَلَهَا النَّبِىُّ ﷺ وَاحِدَةً.** (سنن أبی داود ۱/ ۲۹۹،ط:میر محمد)

’’نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی کی روایت (جس میں ’’بتہ‘‘ کا لفظ موجود ہے ابن جریج

کی روایت جس میں تین طلاقوں کا ذکر ہے، سے) زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس "بتہ" کی حدیث کے راوی ان کی اولاد میں سے ہیں اور گھر والے اس کو زیادہ جانتے ہیں کہ بے شک رکانہ نے اپنی بیوی کو "بتہ" طلاق دی تھی پھر آپ ﷺ نے اس کو ایک قرار دیا۔"

"بتّہ" والی حدیث کا پورا متن با حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ نَافِعِ بْنِ عَجِيْرِ بْنِ عَبْدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنَ رُكَانَةَ أَنَّ رُكَانَةَ بْنَ عَبْدِ بْنِ يَزِيْدَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ اَلْبَتَّةَ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ بِذٰلِكَ وَقَالَ : وَ اللّٰهِ مَا أَردتُّ اِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : وَاللّٰهِ مَا أَردتَّ اِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رُكَانَةُ :وَاللّٰهِ مَا أَردتُّ اِلَّا وَاحِدَةً ، فَرَدَّهَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (وَ تَحْتَ رِوَايَةِ عَبْدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ رُكَانَةَ) قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ : وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاثًا لِأَنَّهُمْ اَهْلُ بَيْتِهِ وَ هُمْ أَعْلَمُ بِهِ وَ حَدِيْثُ ابْنِ جُرَيْجٍ رَوَاهُ عَنْ بَعْضِ بَنِيْ أَبِيْ رَافِعٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاس.

(سنن أبی داود ۱/ ۳۰۰،ط:میر محمد)

"حضرت رکانہ ﷺ نے اپنی بیوی سہیمہ کو "بتہ" طلاق دی، پھر انہوں نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دی، اور قسم کھا کر کہا کہ (بتہ) سے میری مراد ایک طلاق تھی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا :اللہ تعالیٰ کی قسم ! کیا آپ کا ارادہ صرف ایک کا تھا؟ رکانہ نے کہا :اللہ تعالیٰ کی قسم !میرا ارادہ صرف ایک ہی کا تھا، پھر آپ ﷺ نے اس کی بیوی ان کی طرف لوٹا دی (آگے عبد بن علی کی بتہ والی روایت کے تحت ہے کہ) کہا امام ابو داود نے :یہ (بتہ والی روایت) زیادہ صحیح ہے ابن جریج کی اس روایت سے، جس میں تین طلاقوں کا ذکر ہے کیونکہ بتہ والی روایت کے راوی گھر کے لوگ ہیں اور گھر والے اس کو زیادہ جانتے ہیں۔"

تنبیه : قسم کھانا اور قسم دلانا:

قارئینِ کرام ! اگر مجلس واحد کی تین طلاقیں ہر صورت میں ایک ہوتیں تو نہ حضرت رکانہ ﷺ کو قسم کھانے کی ضرورت ہوتی اور نہ ہی آپ ﷺ ان کو قسم دلاتے۔ یہ قسم کھانا اور دلانا

اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو لفظ صراحۃً تین پر دلالت کرتا ہے اس میں ایک کی نیت کسی بھی صورت میں معتبر نہ ہوگی اور تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی، کیونکہ لفظ بتّـــہ جس میں ایک اور تین دونوں کا احتمال ہے، اس میں ایک کی نیت کا اعتبار آپ ﷺ نے قسم کی وجہ سے کیا، اگر وہ قسم نہ کھاتے تو آپ ﷺ ان کی نیت کا اعتبار بھی نہ کرتے اور تین واقع فرماتے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**وَ اِنَّـمَا الْصَحِیْحُ مِنْهَا مَا قَدَّمْنَاهُ أَنَّهٗ طَلَّقَهَا اَلْبَتَّةَ وَ لَـفْـظُ الْبَتَّةَ مُـحْـتَـمِـلٌ لِـلْوَاحِدَةِ وَ لِلثَّلَاثِ وَ لَعَلَّ صَاحِبَ هٰذِهِ الرِّوَایَةِ الـضَّـعِـیْـفَةِ اعْـتَـقَـدَ أَنَّ لَفْظَ الْبَتَّةَ یَقْتَضِیْ الثَّلَاثَ فَرَوَاهُ بِالْمَعْنٰى الَّذِیْ فَهِمَهٗ وَ غَلَطَ فِیْ ذٰلِکَ(شرح النووی علی صحیح مسلم ۱/۴۷۸،ط:قدیمی)**

’’حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کے قصہ سے متعلق جو مختلف روایات آئی ہیں ان میں سے صحیح روایت وہ ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتّہ دی تھی اور لفظِ بتّہ میں ایک اور تین دونوں کا احتمال ہے، اور شاید تین طلاقوں والی ضعیف روایت کے بیان کرنے والے نے تین کو نقل کیا کہ لفظِ بتّہ صرف تین کا تقاضا کرتا ہے اور ان سے اس فہم میں غلطی ہوئی۔‘‘

قاضی شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :**ویجاب بأن اثبت مَا رُوِیَ فِیْ قِصَّةِ رُکَانَةَ أَنَّهٗ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ لَا ثَلَاثًا ،الخ.**

(نیل الأوطار ۶/۲۳۶،ط:دار احیاء التراث العربی)

’’حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ثابت اور صحیح روایت یہ ہے کہ انہوں نے بتّہ طلاق دی تھی نہ کہ تین۔‘‘

الحاصل: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی اس ابوداود والی روایت سے تین کے ایک ہونے پر استدلال کرنا ظلم، صحیح روایات اور اجماعِ امت کی مخالفت اور اصول سے بغاوت ہے جو کسی طرح بھی جائز نہیں۔

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت اور اس کا جواب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دی تھیں جس پر وہ بہت ہی دل گیر پشیمان ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کس طرح طلاق دی ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم رجوع کرلو...الخ

(مسند احمد ۱/ ۲۳۸، ط: داراحیاء التراث العربی، سنن کبری ۷/ ۳۳۹، ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ)

اس روایت کے بارے میں قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

اس کی تخریج امام احمد اور ابو یعلی رحمہما اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور امام ابو یعلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(نیل الاوطار ۶/ ۲۳۶، ط: داراحیاء التراث العربی)

جواب : یہ روایت بھی ضعیف اور نا قابل حجت ہے، کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحٰق ہے جس پر شدید کلام کیا گیا ہے۔

امام ابو حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وہ ضعیف ہے۔

(کتاب العلل ۱/۴۳۳ بحوالہ عمدۃ الاثاث، ص:۱۰۹)

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ قوی نہیں۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وہ قابل احتجاج نہیں۔

محدث سلیمان التیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وہ کذاب تھا۔

امام ہشام بن عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وہ کذاب تھا۔

امام یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے۔ (میزان ۳/۴۵۳...۴۵۵، ط: دارالفکر)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔

(تہذیب التہذیب ۵/ ۲۷، ط: دارالمعرفۃ)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : حلال وحرام کے بارے میں اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔(تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۳۰، ط: دار الکتب العلمیہ)

غیر مقلدین کے سرغنہ جناب نواب صدیق حسن خان صاحب ایک سند کی تحقیق میں (جس میں محمد بن اسحٰق بھی ہے) لکھتے ہیں : درسندش نیز ہماں محمد بن اسحٰق است ومحمد بن اسحٰق حجت نیست (دلیل الطالب ۲۳۹ بحوالہ عمدۃ الاثاث ۱۰۹)

یعنی ”نیز اس کی سند میں ”محمد بن اسحٰق“ بھی ہیں اور وہ قابل حجت نہیں“۔

اس روایت کا ایک اور راوی ”داود بن حصین“ ہے جو عکرمہ سے روایت کرتا ہے اور یہ بھی ضعیف ہے۔

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وہ ضعیف تھا۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ہم اس کی حدیث سے گریز کرتے تھے۔ محدث عباس دوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : وہ میرے نزدیک ضعیف ہے۔(میزان ۲/ ۵، ط: دار الفکر)

امام ابوحاتم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وہ قوی نہ تھا۔ امام ساجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وہ منکر الحدیث تھا۔ محدث جوزقانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: محدثین اس کی حدیث کو قابل تعریف نہیں سمجھتے تھے۔(تہذیب التہذیب ۲/ ۱۱۲، ط: دار المعرفۃ)

امام علی بن المدینی اور امام ابوداود رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : داود بن حصین کی روایت عکرمہ سے منکر ہوتی ہے۔(میزان ۲/ ۵، ط: دار الفکر)

غیر مقلدین کے وکیل مولانا حافظ محمد عبد اللہ روپڑی فرماتے ہیں: مگر ابن قیم کا یہ کہنا (کہ یہ حدیث حسن ہے) ٹھیک نہیں، کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اسناد کے حسن ہونے سے حدیث اس وقت حسن ہوسکتی ہے جب حدیث میں کوئی اور عیب نہ ہو اور یہاں اور عیب موجود ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معلول کہا ہے، خاص کر جب امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی بھی اس کے خلاف ہے تو پھر معلولیت کا شبہہ اور پختہ ہوجاتا ہے... انتہی

(ضمیمہ ۱۶ بحوالہ عمدۃ الاثاث، ص: ۱۱۰)

دلیل نمبر (۴): حدیثِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، پھران کو ایک شمار کیا گیا اور رجوع کا حکم دیا گیا۔

جواب : یہ روایت بھی صحیح نہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قصہ جو صحیح روایت میں موجود ہے اس میں ایک ہی طلاق دینے کا ذکر ہے نہ کہ تین کا۔

قَالَ الْإِمَامُ النَّوَوِيُّ رحمه الله تعالىٰ : وَاحْتَجَّ هٰؤُلَاءِ...بِأَنَّهُ وَقَعَ فِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثاً فِي الْحَيْضِ وَلَمْ يَحْتَسِبْ بِهِ ...وَ أَمَّا حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ فَالرِّوَايَاتُ الصَّحِيْحَةُ الَّتِيْ ذَكَرَهَا مُسْلِمٌ وَّغَيْرُهٗ أَنَّهُ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً (شرح النووی علی صحیح مسلم ۱/۴۷۸،ط:قدیمی)

”امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :ان لوگوں نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں تین طلاقیں دی تھیں پھر وہ تین شمار نہیں کی گئیں (امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) اُن تمام صحیح روایات میں جن کو امام مسلم وغیرہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، یہ بات ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کو ایک طلاق دی تھی (نہ کہ تین)“۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ تین کی روایت صحیح نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	(مفتی) احمد ممتاز
(مفتی) امان اللہ	دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
۱۳/ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ	مدنی کالونی گریکس ماری پور کراچی
	۱۳/ذوالقعدہ ۱۴۲۵ھ

”غیر مقلدین کا تضاد“

غیر مقلدین کا دعوی :

حالت حیض میں طلاق دینا خلاف سنت اور گناہ ہے، پر واقع ہو جاتی ہے۔

ضد دعوی :

یک بارگی تین طلاقیں دینا خلاف سنت اور گناہ ہے، پر واقع ایک ہوگی نہ کہ تین۔

قارئین کرام! غیر مسنون طلاق خلاف سنت ہونے کے باوجود واقع ہو جاتی ہے تو تین طلاقیں خلاف سنت ہونے کے باوجود واقع کیوں نہیں ہوتیں؟

اصل عبارت:

”دورانِ حیض عورت کو طلاق دینا غیر مسنون ہے، غیر مسنون طلاق، سنت کی مطابق نہ ہونے کے باوجود واقع ہو جاتی ہے، لیکن طلاق دینے والا گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔“

(طلاق کے مسائل، محمد اقبال کیلانی، صفحہ ۷۵)

”شرعی احکام سے ناواقف ہونے کی بناء پر ایک ہی وقت میں تین (یا اس سے بھی زائد) مرتبہ طلاق کا لفظ کہہ ڈالتے ہیں جو کہ نہ صرف خلافِ شرع بلکہ بہت بڑا گناہ ہے۔“

(حوالہ بالا: ص، ۱۹)

”بیک وقت تین طلاقیں دینا خلافِ سنت ہے۔“ (حوالہ بالا: ص، ۸۱)

قارئینِ کرام! غیر مقلد محمد اقبال کیلانی کہتا ہے ”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت کے کچھ عرصہ بعد بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو سزا کے طور پر تین طلاقیں نافذ فرمایا تھا“۔

ہم پوچھتے ہیں کہ یہ سزا آج کیوں نافذ نہیں ہوسکتی؟ نیز سزا کے طور پر شریعت کو بدلنا جائز ہے؟

”حلالہ یا حرامہ“

ایک غیر مقلد کا طنزیہ سوال:

جناب نصیب شاہ غیر مقلد لکھتے ہیں ”لیکن مقلدین اس عمل سے رجوع کے لیے تیار نہیں جو اول تا آخر اسلام میں حرام رہا ہے یعنی عورتوں کا حلالہ کرنا“۔

جواب: قارئینِ کرام! ہمارے حنفیہ کے یہاں سے لکھا جاتا ہے کہ تین طلاقوں کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے حلالہ شرعیہ کے بعد حلال ہو جائے گی، اور حلالہ شرعیہ یہ ہے کہ جس عورت کو شوہر تین طلاقیں دے وہ عدت کے بعد اپنی مرضی سے دوسرے سے نکاح کرلے پھر وہ (دوسرا شوہر) صحبت کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دے دے یا وہ قضائے الٰہی سے فوت ہو جائے تو عدت کے بعد اگر یہ عورت پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔ جائز ہے۔

ہم غیر مقلد سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حلالہ شرعیہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں؟ قرآن کریم کی آیت مبارکہ ”حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ“ میں کیا تین طلاقوں والی عورت کے حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟ اور صحیح بخاری (۷۹۲/۲، ۸۰۱، ط: قدیمی) کی حدیث جس میں آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا (جس کو شوہر تین طلاق دے چکا تھا اور وہ دوسرے سے نکاح کر چکی تھی لیکن صحبت نہیں ہوئی تھی اور وہ پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی تھی بدوں شوہر ثانی سے صحبت کیے) ”لَا حَتّٰی تَذُوْقِیْ عُسَیْلَتَهٗ وَیَذُوْقَ عُسَیْلَتَکِ“ کہ جب تک ہمبستری اور صحبت نہ کرلو پہلے شوہر کے پاس جانا تیرے لیے حلال نہیں۔

جنابِ من! کیا صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث میں تین طلاق کے بعد حلال ہونے کی صورت کا بیان نہیں؟

جنابِ من! حلالہ شرعیہ جس کی تفصیل اوپر لکھ چکا ہوں، کیا اسلام میں اول تا آخر حرام رہا ہے؟ استغفر اللہ!!!! جو چیز قرآن وحدیث سے اول تا آخر ثابت ہے اس کو تو حرام سمجھ رہے ہیں اور جو چیز ناجائز اور حرام ہے اول تا آخر اس کے حلال ہونے کے دھڑا دھڑ فتوے دیے

جارہے ہیں.......!!!

تین طلاقوں کے بعد شوہر اول کے لیے حلال ہونے کی صورت کو قرآن کریم نے "حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ" سے مقید کیا ہے لیکن ان غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس صریح قید کو اڑا کر فتوی دیا کہ بدوں کسی اور سے نکاح کیے حلال ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے تین طلاق پانے والی عورت سے فرمایا کہ جب تک دوسرے شوہر سے ہمبستری نہ ہوگی پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی، لیکن آج کے محققین نے اس صحیح حدیث کے خلاف فتوی دے کر فیصلہ دیا کہ دوسرے سے نکاح کے بغیر بھی پہلے شوہر کے لیے حلال ہے۔